

# قائدِ اعظم کے آخری ایّام

الٰہی بخش

سوانحی مطالعہ — ۲

# قائداعظم کے آخری ایام

# قائداعظم کے آخری ایام


لیفٹننٹ کرنل الٰہی بخش

ایم-ڈی ، ایم-آر-سی-پی (لندن)



کراچی

قائداعظم اکادمی

۱۹۷۸

بار اول .. ۱۹۴۹
بار دوم .. ۱۹۷۸
قیمت .. ۰ روپے (مجلد) ۲۵ روپے (مجلد)
۱۵ روپے (غیر مجلد) [illegible] روپے (غیرمجلد)

ناشر
قائداعظم اکادمی
۵۲ ، پاکستان سیکریٹریٹ
پوسٹ بکس نمبر ۸۹۴ ، کراچی - ۱

طابع : معارف پرنٹرز ، کراچی - ۳۶ ، پاکستان

## مصنف

لیفٹننٹ کرنل الٰہی بخش ۱۹۰۴ء میں چک مغلانی ضلع جالندھر (برطانوی ہند) میں پیدا ہوئے۔ اسلامیہ ہائی اسکول جالندھر سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۲۱ء میں لندن میٹریکولیشن کا امتحان پاس کیا۔ گائیز ہسپتال میڈیکل اسکول لندن سے ایم۔ بی۔ بی۔ ایس اور ایم۔ آر۔ سی۔ پی کی اسناد حاصل کیں۔ ۱۹۳۱ء میں ایم۔ ڈی کیا۔ تعلیم سے فارغ ہو کر انھوں نے انڈین میڈیکل سروس میں شمولیت اختیار کی۔ ۱۹۳۶ء میں وہ کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور میں فارما کولوجی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ وہ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے یہ اعزاز حاصل کیا۔ جنگ عظیم دوم کے دوران انھیں فوجی خدمات کے لئے طلب کیا گیا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ۱۹۴۲ء میں ملایا میں جاپانیوں نے انھیں قید کر لیا۔ آزادی کے بعد انھوں نے پروفیسر آف میڈیسن اور پرنسپل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کی ذمہ داریاں سنبھالیں، اس کے علاوہ میو ہسپتال لاہور اور لیڈی ولنگڈن ہسپتال لاہور کے چیف میڈیکل سپرنٹنڈنٹ بھی بن گئے۔ میڈیکل ریفارمز کمیشن کے چیئرمین کی حیثیت سے انھوں نے کمیشن کی رپورٹ تیار کی اور ۱۹۶۰ء میں راولپنڈی میں صدر پاکستان کو پیش کی۔ ان کی وفات کے بعد جامعہ پنجاب نے اپنے خصوصی اجلاس میں ان کی ممتاز حیثیت اور خدمات کے پیش نظر انھیں ڈاکٹر آف لاز، آنرس کازا ( Doctor of Laws, *Honoris Causa* ) کے درجہ پر فائز کیا۔ وہ قائداعظم کے علاوہ علامہ اقبال اور سر عبدالقادر کے بھی طبی معالج رہے۔ جنگ عظیم میں قید کے دوران انھوں نے جدید طبی علاج پر ایک کتاب دو جلدوں میں تصنیف کی جو پاکستان کے مخصوص حالات میں عوام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے پہلی بڑی درسی طبی کتاب کے طور پر تالیف کی گئی ہے۔

# فہرست

# مقدمه

مجھے حضرت قائد اعظم علیه الرحمته کے نه صرف قرب کا شرف حاصل ھوا بلکه ان کے علاج معالجه کا فخر بھی - میں نے ان کے قریب ھوکر ان کی زندگی کو دیکھا - لاریب وہ ایک عظیم‌الشان اور فقیدالمثال انسان تھے جو بیسویں صدی میں پیدا ھوئے - ان کی عظمت اور برتری کی یاد آج بھی میرے دل میں تازہ ھے - گو مجھے زندگی کے ایک ایسے مرحلے میں ان کا شرف قرب حاصل ھوا جب وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا تھے - اس کے باوجود میں نے انھیں ایک آھنی عزم کا فولادی انسان پایا - انھوں نے آخری دم تک موت کا مقابله جرأت ، حوصله اور سکون سے کیا - وہ موت کی آغوش میں بھی مسکراتے رھے اور کبھی انھوں نے یه احساس پیدا نه ھونے دیا که مھلک مرض ان کے لئے جان لیوا ثابت ھوگا -

یه کتاب ان المناک اور ناقابل فراموش واقعات کا مرقع ھے جو دوران علاج پیش آئے - میں یه اس لئے پیش کر رھا ھوں تاکه لوگ بھی بابائے ملت حضرت قائد اعظم کے جذبۂ ایثار و قربانی سے سبق لیں جنھوں نے اپنی زندگی پاکستان کی تعمیر و ترقی کے لئے قربان کردی

لیکن ڈاکٹروں کے مشورہ پر آرام نہ کیا اور آخری وقت تک اپنے فرض منصبی کو سرانجام دیتے رہے اور علالت اس میں کوتاھی پیدا نہ کرسکی -

آج دنیا قائد اعظم کے آستانۂ جلال و جبروت پر ناصیہ فرسائی کررھی ھے، کیوں کہ انہوں نے دس کروڑ مسلمانوں کو نہ صرف ایک مستقل قوم بنادیا بلکہ ان کے لئے ایک ایسا وطن بھی حاصل کیا جہاں وہ آزاد و خود مختار اپنی قسمت کے مالک ھیں - آج قائد اعظم ھمارے درمیان نہیں لیکن وہ اپنے پیچھے ایک ایسی شمع چھوڑ گئے ھیں جو تاریکی میں ھماری رھنمائی کرتی اور منزل کا پتہ دیتی رھے گی - انہوں نے عزم ، حوصلہ ، استقلال اور اتحاد کا جو سبق ھمیں دیا وہ ھماری مشکلات کو کم اور جذبۂ ایثار کو جلا دیتا رھیگا اور جن لوگوں کے لئے ایک قائد اعظم کا وجود سراسیمگی اور کپکپاھٹ کا باعث تھا انہیں اب پاکستان کا ھر بچہ قائد اعظم نظر آئے گا جس نے قائد اعظم کے نقوش پا پر چلنے کا عزم بالجزم کر رکھا ھے -

میں صوفی غلام مصطفے تبسم اور خواجہ منظور حسین کا ممنون ھوں جنھوں نے اس کتاب کے انگریزی ایڈیشن کا اردو ترجمہ کرنے اور اس کے پروف وغیرہ پڑھنے میں میری مدد کی اور امید رکھتا ھوں کہ جس مقصد کو سامنے رکھ کر یہ کتاب لکھی گئی تھی وہ پورا ھوگا اور لوگ قائد اعظم کی زندگی کے اس پہلو کو دیکھ کر جس پر آج تک پردہ پڑا رھا اپنی زندگی کو ان کے پیغام اتحاد کامل ، یقین محکم اور ضبط و نظم کے سانچے میں ڈھال لیں گے - تاکہ پاکستان دنیا کے سب سے مضبوط و مستحکم اور ترقی یافتہ ممالک کی صف میں

جگہ حاصل کرلے جیسا کہ قائد اعظم کی خواہش تھی اور جس کے لئے وہ آخری دم تک انہماک سے سرگرم عمل رہے ۔

۸ ۔ کلب روڈ ، لاهور (کرنل) الہی بخش

۲۲ نومبر ۱۹۴۹ ء

# پیش لفظ

یہ کتاب کرنل الٰہی بخش کی یادداشتوں کا مرقع ھے جنہوں نے قائد اعظم کے آخری دنوں میں ان کا علاج معالجہ کیا۔ انہوں نے قائد اعظم سے اپنی گفت و شنید ، ان کی بیماری اور اس کے علاج کے تمام پہلوؤں پر اجمالاً روشنی ڈالی ھے اور کتاب کی شکل میں ھدیۂ قارئین کیا ھے۔

کرنل الٰہی بخش کو جولائی ۱۹۴۸ء کے دوسرے پندرھواڑے میں علاج معالجہ کے لئے زیارت طلب کیا گیا جب قائد اعظم کی علالت اچانک تشویشناک شکل اختیار کر گئی تھی۔ کرنل الٰہی بخش نے زیارت پہنچتے ھی قائد اعظم کا بلا تکان علاج کیا۔ انہوں نے علاج میں کوئی ایسی کسر اٹھا نہ رکھی جس کی خواھش ھوتی یا آج حسرت۔

ان کے علاج سے ابتدا میں جو افاقہ ھوا وہ زیادہ عرصہ تک قائم نہ رہ سکا۔ جہاں تک طبی ماھرین کا تعلق ھے انہوں نے نہایت خلوص و نیک نیتی سے خدمات سرانجام دیں اور موذی مرض پر قابو پانے کے لئے جو ان کے احاطۂ اختیار میں تھا کیا ، لیکن اللہ کو کچھ اور ھی منظور تھا۔

میں اس موقع سے استفادہ کرتے ھوئے ان کی ان تھک ، اولوالعزمانہ اور بے لوث خدمات کا شکریہ ادا کرنا چاھتی ھوں

جو انہوں نے محبت ، عقیدت اور وابستگی کے جذبہ سے سرشار ہو کر سرانجام دیں ۔ میں کرنل الہی بخش اور ان کے رفقائے کار ڈاکٹر ریاض علی شاہ ، ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر غلام محمد کی بھی ممنون احسان ہوں ۔

قائد اعظم کے ناقابل تسخیر عزم سے ایک ڈاکٹر کی وابستگی کی یہ چند روزہ روداد ان مشوش لوگوں کی گہری تشویش کو کم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوگی جو قائد اعظم کی علالت کا مکمل حال معلوم کرنے اور ان کی رحلت کی اصل وجہ جاننے کے لئے بےقرار و مضطرب ہیں ۔ اس سے ان چند بے بنیاد افواہوں کا بھی قلع قمع ہوجائے گا جو ان کی علالت اور ان کے انتقال کے صحیح وقت اور مقام کے متعلق گرم ہیں ۔

قائد اعظم نے زندگی کے تمام معرکے عزم راسخ ، عالی حوصلگی اور پامردی کے ساتھ تن تنہا سر کئے ۔ وہ جس بات کو صحیح سمجھتے تھے اس سے ان کا والہانہ لگاؤ اور اپنے نصب العین سے ناقابل شکست عقیدت کو کم فہم لوگ غلطی سے ضد تصور کرتے تھے ۔ ان کے عزم میں کس قدر بلندی تھی کہ وہ اپنے غم و اندوہ میں کسی دوسرے کو شریک کرنا پسند نہیں فرماتے تھے ۔ انہوں نے تمام مصائب و آلام کا صبر و سکون اور تحمل و حوصلہ سے تن بہ تقدیر مقابلہ کیا اور اس وقت تک سینہ سپر رہے جب تک مرض نے قابو نہ پالیا ۔ جب انہوں نے دوسروں کو شریک کیا تو معاملہ حد سے گذر چکا تھا ۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اگر اس وقت بھی ان کے بس میں ہوتا تو وہ تن تنہا سینہ سپر رہتے ، جیسا کرنل الہی بخش نے ان صفحات میں فرمایا ہے ۔ قائد اعظم نہیں چاہتے

تھے کہ ان کے مرض کی نوعیت کسی پر بھی یہاں تک مجھ پر بھی عیاں ہو ۔ انہیں لاریب اپنے مہلک مرض کا علم تھا لیکن اس کے باوجود وہ بالکل مطمئن تھے اور انہوں نے ذرا بھی پریشانی کو قریب نہ پھٹکنے دیا ۔ انہیں اس بات کا بڑی اچھی طرح علم اور احساس تھا کہ لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کس قدر محبت ، عقیدت اور الفت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی یہ دلی خواہش تھی کہ لوگوں کو ان کی علالت کی اندوہ گیں خبر سے جس قدر ممکن ہو سکے بے خبر رکھا جائے ۔ جب وہ جان بحق تسلیم ہوئے تو اس وقت ماسوا ان کے ڈاکٹروں اور میرے ، کوئی ان کے سرہانے موجود نہ تھا ۔

ان کی موت سے کئی سال قبل ان میں اور ان کے طبیبوں میں متواتر اور مسلسل رسہ کشی ہو رہی تھی ۔ ان کے طبیبوں نے انہیں بارہا متنبہ کیا کہ وہ کچھ کچھ وقفہ بعد طویل استراحت فرمایا کریں ، محنت کے اوقات کم کردیں لیکن انہوں نے ہمیشہ ان مشوروں کو ان سنی کردیا اور ان کے برعکس عمل پیرا رہے ۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کس قدر ہولناک خطرہ مول لے رہے ہیں اپنی دھن میں لگے رہے ۔ ان کا صرف ایک نصب العین تھا جس کے لئے وہ انہماک سے سرگرم عمل تھے کہ پاکستان ان کی زندگی میں حقیقت کا جامہ پہن لے ۔ پاکستان کے قیام اور اس کے بعد جو واقعات رونما ہوئے ان کے بعد بھی وہ نہایت محنت اور انہماک سے پاکستان کے منتشر اجزائے ترکیبی کو اکٹھا کرتے رہے ۔ بارہا ان کے ڈاکٹروں نے مجھ سے شکایت کی کہ وہ ان کے مشوروں کو درخوراعتنا نہیں سمجھتے اور نظر انداز کردیتے ہیں ۔ میں بھی ان کی توجہ کو ان کی مائل بہ انحطاط صحت کی طرف مبذول کرانے

میں کامیاب نہ ہو سکی ۔ ان کا نحیف و لاغر جسم اس بار گراں کا زیادہ عرصہ تک متحمل نہ ہو سکا ۔ یہ ان کا ناقابل تسخیر عزم ہی تھا جس کی مدد سے وہ اپنی گرتی ہوئی صحت کے تاریک نتائج سے اغماض برتتے رہے ۔ جہاں وہ نہایت مسرت و ابتہاج سے سرکاری پروگرام کو فاتحانہ انداز میں پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں منہمک تھے اور پاکستان کو مضبوط و مستحکم بنانے میں مصروف تھے وہاں ان کی المناک بیماری جڑ پکڑتی گئی اور بالآخر اس ظالم نے آپ پر قابو پالیا اور نہ صرف اس ظالم نے ان کی بے یار و مددگار اور لاچار و مجبور بہن کے آنسوؤں کی پرواہ نہ کی ، بلکہ ان لاکھوں انسانوں کی گریہ و زاری پر بھی ترس نہ کھایا جو اپنی جانیں خندہ پیشانی سے ان کے چراغ رخ زیبا پر پروانوں کی طرح نثار کرنے سے نہ ہچکچاتے ، اگر انہیں یہ یقین ہوتا کہ ان کی قربانی قائد اعظم کو ان کے اور قوم کے لئے مزید زندگی بخش سکے گی ۔

قائد اعظم اللہ کو پیارے ہوئے ۔ وہ زندہ رہے تو صرف اس لئے کہ پاکستان بنے اور ان کی آنکھوں کے سامنے بنے ۔ انہوں نے اپنی جان دی تو صرف اس لئے کہ پاکستان زندہ و پائندہ رہے ۔

پاکستان زندہ باد

۱۴ اگست ۱۹۴۹ء فاطمہ جناح

# ۱

## زیارت

۲۱ جولائی ۱۹۴۸ء کا واقعہ ہے کہ میں رات کا کھانا کھا کر کوٹھی کے باہر لان میں بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا کہ دفعتہً ٹیلیفون کی گھنٹی بجی ۔ نوکر نے آکر کہا کراچی سے کوئی صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں ۔ سوچا کہ کون صاحب ہو سکتے ہیں ۔ ٹیلیفون اٹھایا تو معلوم ہوا کہ پاکستان گورنمنٹ کے سکریٹری جنرل مسٹر محمد علی ہیں ۔ پوچھنے لگے اب کے چھٹیوں میں کیا پروگرام ہے ۔ میں نے کہا نو یا دس اگست کو کوئٹہ جا رہا ہوں اور وہیں چھٹیاں گذارنے کا ارادہ ہے ۔ فرمانے لگے آپ فی‌الفور تیار ہو جائیے قائد اعظم آپ سے طبی مشورہ کرنا چاہتے ہیں اور ساتھ ہی کہا ، دیکھئے کسی کو آپ کی اس ملاقات کا علم نہ ہو ۔ کوئٹہ میں افسر کمانڈنگ سے مل لیجئے ، وہ زیارت تک جہاں قائد اعظم ٹھہرے ہوئے ہیں سفر کا انتظام کر دینگے ۔

مسٹر محمد علی نے قائد اعظم کی بیماری کے متعلق کوئی تفصیل نہیں بتائی تھی ۔ نہ معلوم قائد اعظم کی حالت کیا ہے؟ خدا نخواستہ وہ زیادہ بیمار تو نہیں ! میں مخمصے میں تھا ۔ بہر حال دوسرے دن صبح کو اورینٹ ایرویز کے دفتر میں

پہنچا ۔ جمعرات کو ہوائی سروس بند رہتی ہے ۔ جمعہ کے لئے ایک سیٹ بک کرالی ۔

ہوائی جہاز جمعہ کی صبح کو لاہور سے روانہ ہوا اور ڈھائی بجے کوئٹہ پہنچ گیا ۔ ہوائی اڈے پر جنرل افسر کمانڈنگ میجر جنرل محمد اکبر خان اور کرنل کے ۔ جیلانی سے ملاقات ہوئی ۔ گورنر جنرل کی موٹر کار موجود تھی ۔ جنرل افسر کمانڈنگ کے ساتھ دو چار لقمے کھانے کے بعد میں فی الفور زیارت کی طرف روانہ ہو گیا ۔ کوئٹہ میں سب کو معلوم تھا کہ قائد اعظم سخت بیمار ہیں لیکن کسی کو ان کی بیماری کی نوعیت کا پتہ نہ تھا ۔ صرف اسی قدر معلوم ہوسکا کہ وہ ٹیکوں اور پیٹنٹ دواؤں سے بہت گھبراتے ہیں اور اپنے آپ کو ایکسیلنسی کہلانے کے بجائے ''سر،، کہلانے کو ترجیح دیتے ہیں ۔

کوئٹہ سے زیارت تک کا سفر کافی خوشگوار تھا ۔ سڑک کا صرف درمیانی حصہ پختہ ہے لیکن موٹر کے سفر کے لئے موزوں ہے ۔ یہاں کا منظر مجھے مقام وانا کے قریب کے وزیرستانی پہاڑوں کی یاد دلا رہا تھا جہاں میں نے فوجی ملازمت کے ابتدائی سال گذارے تھے ۔ ہم چھ بجے منزل مقصود پر پہنچ گئے ۔ میں نے ڈرائیور کو جنرل افسر کمانڈنگ کے بنگلے کی طرف چلنے کو کہا جہاں قائد اعظم کے اسسٹینٹ پرائیویٹ سکریٹری مسٹر فرخ امین ٹھہرے ہوئے تھے ۔ زیارت شہر کے بڑے بازار سے ہوتے ہوئے ہم دائیں جانب کی سڑک کو مڑے جو سیدھی ریذیڈنسی کو جاتی تھی ۔ یہاں سے جنرل افسر کمانڈنگ کا بنگلہ کوئی سو گز کے فاصلے پر تھا ۔ زیارت کے لفظ سے

خیال ہوتا تھا کہ یہ دل کش جگہ ہو گی لیکن کوئی خاص جاذبیت نظر نہ آئی ۔

جنرل افسر کمانڈنگ کے بنگلے پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ مسٹر اسین کمشنر کی کوٹھی پر گئے ہوئے ہیں جو چند گز کے فاصلے پر تھی ۔ میں وہاں پہنچا ، مسٹر اسین ، اے آر خان ، کمشنر اور ان کی بیگم صاحبہ سے ملاقات ہوئی ۔ یہاں ہم نے چائے پی جس سے سفر کی تکان دور ہوئی ۔ مسٹر اسین نے بتایا کہ قائد اعظم پچھلے چند دنوں سے شدید علیل ہیں اور خاص ہوائی جہاز کے ذریعے میری آمد کی توقع کئی دن پہلے سے تھی ۔ اس کے بعد انہوں نے محترمہ مس فاطمہ جناح کو ٹیلی فون کیا اور میرے آنے کی اطلاع دی ۔ انہوں نے مسٹر اسین کو بتایا کہ قائد اعظم نے مجھے اگلے روز آٹھ بجے صبح ملاقات کا شرف عطا کرنے کا وقت مقرر کیا ہے ۔ طبی امداد حاصل کرنے میں اس قسم کی بے پرواہی میرے لئے حیرت انگیز تھی لیکن یہ حیرانی بہت جلد دور ہو گئی کیوں کہ جب میں قائد اعظم سے ملا تو مجھے معلوم ہوا کہ تمام عمر قائد اعظم مسلسل علاج معالجہ سے پہلو تہی کرتے رہے ۔

ڈاک بنگلہ جہاں میرے ٹھہرنے کا انتظام کیا گیا تھا ، ریذیڈنسی سے چند سو گز کے فاصلے پر تھا ۔ بنگلے کے نیچے شہر کا بڑا بازار اور اس کے پرشور ہنگامے تھے ۔ بنگلہ سنسان دکھائی دیتا تھا لیکن اس کے کمرے صاف ستھرے تھے اور عمدہ سامان سے آراستہ تھے ۔ میں نے اپنا سامان ٹھکانے لگایا ۔ نہا دھو کر کپڑے بدلے اور کھانا کھانے بیٹھا ۔ کھانے کے بعد کچھ طبی کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہا لیکن مٹی کے تیل کے لیمپ کی روشنی بہت مدھم تھی اس لئے چھوڑ دیا ۔ یوں بھی

طرح طرح کے خیالات سے دماغ پریشان ہو رہا تھا ۔ قائد اعظم کی بیماری کی نوعیت معلوم نہ تھی ۔ سوچتا تھا جدید طبی آلات تحقیق کے بغیر ان کے مرض کی صحیح تشخیص کیونکر ہوسکے گی ۔ اگر مجھے لاهور هی میں ان کی بیماری کا کچھ علم ہو جاتا تو میں وهیں سے احتیاط کے طور پر چند ڈاکٹر، دوائیاں اور ضروری سامان ساتھ لے آتا ۔ علاوہ بریں ایک الجھن یہ بھی تھی کہ اس دور دراز الگ تھلگ بستی میں جدید ترین ادویہ کیوں کر مہیا ہو سکیں گی ۔ یہ سوچ بچار بیکار تھی ۔ حالات قابو میں نہ تھے۔ میں نے عشاء کی نماز ادا کی جس سے طبیعت کو یک گونہ سکون حاصل ہوا ۔ اس کے فوراً بعد میں لیٹ گیا اور سوگیا ۔

صبح سویرے ناشتے کے بعد میں ریذیڈنسی کی طرف روانہ ہوا ۔ زیارت کی خوش گوار ہوائیں دل میں امید افزا خیالات پیدا کر رهی تھیں ۔ ریذیڈنسی بلوچستان کے اے ، جی ، جی ، کی گرمائی قیام گاہ هے ۔ پتھراور لکڑی کی یہ دو منزلہ عمارت پہاڑ کے اوپر واقع هے جس کے سامنے وسیع سبزہ زار اور کھیل کے پختہ فرشی میدان هیں اور چاروں طرف پھل دار درخت اور پھول هی پھول نظر آتے هیں ۔

زیارت جیسی خشک سرزمین میں یہ خطہ ایک صحرائی نخلستان کا منظر پیش کرتا هے لیکن حالات کے پیش نظر میں اس منظر سے پورے طور پر لطف اندوز نہ ہو سکا ۔ سب سے دل کش چیز گورنر جنرل کا گہرا نیلا جھنڈا تھا جسے دیکھ کر دل میں فخر و مباهات کے جذبات موجزن ہوتے تھے ۔ برآمدے میں پہنچتے هی گورنر جنرل کے ایڈی کانگ نے میرا استقبال کیا اور مجھے محترمہ مس جناح کے پاس لے گیا ۔ خیال تھا کہ وہ پہلے قائد اعظم کی بیماری کے متعلق کچھ

تفصیلات بتائیں گی اور پھر مجھے ان سے ملاقات کے لئے مناسب وقت دیا جائے گا لیکن وہ مجھے سیدھا ان کے کمرے میں لے گئیں - میں اس وقت کچھ گھبرا سا گیا - مجھے پہلے ان سے باتیں کرنے کا موقع نہیں ملا تھا - میں نے انہیں صرف ایک دن دور سے دیکھا تھا جب حکومت مغربی پنجاب نے باغ جناح میں ستمبر سنہ ۱۹۴۷ ء کو ان کے اعزاز میں چائے کی دعوت دی تھی - میں کمرے میں داخل ہوا ، وہ دروازے کی طرف رخ کئے لیٹے ہوئے تھے - میں آداب بجا لایا اور خیر و عافیت پوچھی - انہوں نے مصافحہ کیا اور مسکرائے - اس وقت وہ نہایت لاغر اور نحیف نظر آ رہے تھے - چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی - یوں بھی وہ کوئی موٹے تازے جسم کے نہ تھے - باغ جناح میں چائے کی تقریب پر بھی ایسے ہی دبلے پتلے تھے لیکن اس وقت ان کی شکل و صورت نے خوف زدہ کر دیا - غالباً وہ میرے احساسات کو بھانپ گئے ہوں گے ، کیونکہ انہوں نے فوراً ہی مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور فرمایا ”کہئیے سفر میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟“ اور اس طرح میری توجہ کسی اور طرف منعطف کرانا چاہی - میں بیٹھ گیا اور ان سے موجودہ مرض اور پہلی تکلیفوں کے بارے میں تفصیلات معلوم کیں -

میں تمام باتوں کو روزنامچہ کے طور پر لکھتا رہا - مجھے اسکی اہمیت کا احساس تھا - میں اس روزنامچے میں وہ سب باتیں درج کرتا رہا جو حضرت قائداعظم نے فرمائی تھیں - اس وقت سے لے کر جب وہ پہلے پہل مجھے بڑے تپاک اور شفقت سے ملے تھے ، اس آخری لمحے تک جب زبان کو گویائی کا یارا نہ رہا - آج جو کچھ لکھ رہا ہوں انہیں یاد داشتوں کی صدائے باز گشت ہے -

قائداعظم نے فرمایا - ''مجھے کوئی خاص عارضہ نہیں - سوائے معدے کی خرابی اور تکان کے جو کام کی زیادتی اور دماغی پریشانیوں کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے - میں اپنی زندگی کے گذشتہ چالیس سالوں میں ہر روز چودہ گھنٹے کام کرتا رہا ہوں لیکن کسی عارضے کا سامنا نہیں ہوا - لیکن گذشتہ چند سالوں میں مجھے کبھی کبھی بخار اور کھانسی کی شکایت ہوتی رہی - بمبئی کے ڈاکٹر اسے پھیپھڑوں کی نالیوں کی سوجن بتاتے تھے - معمولی علاج اور آرام کرنے سے میں بالعموم ہفتے عشرے میں تندرست ہو جاتا تھا لیکن کوئی ایک دو سال سے یہ تکلیف زیادہ تیزی کے ساتھ عود کر آنے لگی اور اس کی شدت میں بھی اضافہ ہوتا رہا ، جس سے میں بہت نڈھال ہو جاتا ہوں ،، -

جب میں یہ باتیں سن رہا تھا تو مجھے محسوس ہوا کہ باتیں کرتے کرتے ان کا سانس پھول جاتا ہے اور ہر فقرے کے بعد اور کبھی کبھی درمیان میں رک جاتے ہیں - بولتے بولتے ان کی زبان خشک ہو جاتی تھی اور وہ بار بار لبوں کو تر کرتے تھے - آواز دھیمی پڑ جاتی تھی اور کبھی بالکل سنائی نہ دیتی تھی - اس اثناء میں انہیں کھانسی بھی آئی جس سے وہ مضمحل سے ہوگئے - میں انہیں اور تھکانا نہیں چاہتا تھا لیکن طبی معائنہ کرنے سے پہلے ان ساری تفصیلات کا سننا ضروری تھا - جیسا کہ ان کا دستور تھا ، انہوں نے کوئی ضروری جزئیات بیان نہیں کیں اور میرے سوالوں کا مختصر اور مناسب جواب دیا - اس کے بعد وہ کچھ وقت کے لئے خاموش ہوگئے - انہوں نے آنکھیں بند کر لیں - یوں معلوم ہوتا تھا کہ ان کے جسم میں جان باقی نہیں - اس کے بعد انہوں نے پھر زبان کھولی اور فرمایا :

''کوئی تین ہفتے ہوئے سردی لگ جانے کی وجہ سے مجھے بخار اور کھانسی کی شکایت ہوئی ۔ کوئٹہ کے سول سرجن نے پنسلین کی ٹکیاں تجویز کیں ۔ اس وقت سے یہی استعمال کر رہا ہوں ۔ اب کچھ افاقہ ہے بخار کم ہو گیا ہے لیکن کمزوری بہت زیادہ ہے ۔ میرا خیال ہے مجھے کوئی جسمانی عارضہ نہیں ۔ بلغم کا آنا اغلباً معدے کی وجہ سے ہے ۔ اگر معدہ ٹھیک ہو جائے تو فوراً تندرست ہو جاؤں گا ۔ کئی سال ہوئے مجھے معدے کی سخت تکلیف ہوئی ، جس کے لئے میں نے لندن کے بعض ماہرین سے مشورہ کیا لیکن وہ میرے مرض کی تشخیص نہ کر سکے اور ایک نے تو آپریشن تجویز کیا ۔ مجھے تسلی نہ ہوئی اس لئے میں نے آپریشن کرانا مناسب نہ سمجھا ۔ لندن کے ایک اور ڈاکٹر کے کہنے پر جرمنی گیا اور وہاں کے ایک مشہور و معروف ڈاکٹر سے مشورہ کیا ۔ اس نے تشخیص کے بعد کہا ، ''تمہیں کوئی جسمانی عارضہ نہیں صرف خوراک میں باقاعدگی اور آرام کرنے کی ضرورت ہے'' ۔ میں چند ہفتے اس کے شفاخانے میں رہا اور بالکل تندرست ہوگیا ۔ ۱۹۳۴ء میں بمبئی کے ڈاکٹروں نے معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ تمہیں دل کا عارضہ لاحق ہے لیکن جرمنی کے ایک ڈاکٹر نے جو اس مرض کا ماہر تھا مجھے یقین دلایا کہ ایسی کوئی بات نہیں اور دل بالکل درست حالت میں ہے'' ۔

یہ سب کچھ سن لینے کے بعد میں نے ان کا معائنہ شروع کیا ۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت دکھ ہوا کہ وہ کپڑوں میں جو کچھ نظر آتے تھے اس سے کہیں زیادہ نحیف اور لاغر تھے ۔ میں حیران تھا کہ اتنے دبلے اور ناتواں ہونے کے باوجود وہ زندہ کیوں کر تھے اور کام کیسے کرتے تھے لیکن میں نے

سنگاپور میں ایسے ھی بعض نحیف اور لاغر اسیران جنگ کو دیکھا تھا جو رہا ہونے کے بعد اچھی اور عمدہ غذا کھانے سے بالکل درست ہو گئے تھے۔ توقع تھی کہ اگر انہیں کوئی جسمانی عارضہ لاحق نہیں تو مناسب اور مقوی غذا کھانے سے وہ بھی کلی طور پر صحتیاب ہو سکتے ہیں۔ لیکن معائنے کے بعد میں کچھ مایوس سا ہو گیا، اگرچہ میں نے اپنی اس مایوسی کو مریض پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔ معائنہ کے بعد میں نے عرض کیا کہ پیشتر اس کے کہ میں کوئی علاج تجویز کروں مجھے آپ کو پھر ایک بار دیکھنا پڑے گا۔ تاہم میں نے اتنا اشارہ ضرور کر دیا کہ اصل شکایت معدے کی نہیں بلکہ پھیپھڑے کی ھے لیکن انہیں یہی یقین تھا کہ اصل شکایت معدے کی ھے پھیپھڑے کی نہیں۔ اس لئے انہوں نے مجھے معدے ھی کی طرف زیادہ توجہ دینے کو کہا۔ میں نے انہیں یقین دلایا کہ معدے کے علاج میں ہرگز کوتاہی نہ ہو گی۔ کیونکہ پھیپھڑوں کا علاج جبھی ہو سکے گا اگر غذا کو بہتر بنایا جائے۔ اس غذا کے اہتمام سے معدے کی خرابی بھی دور ہو جائے گی۔

مجھے ایسا معلوم ہوا کہ قائد اعظم میری رائے سے کچھ مطمئن ہو گئے۔ میں نیچے اترا تو محترمہ فاطمہ جناح برآمدے میں میرا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ میرے معائنے کا نتیجہ سننے کے لئے مضطرب تھیں۔ جو کچھ مجھے معلوم ہوا تھا وہ میں نے انہیں بتا دیا۔ ساتھ ھی یہ بھی کہا کہ مزید تشخیص کے بغیر کوئی فیصلہ کن رائے قائم نہیں کی جا سکتی مگر قائد اعظم کی ناتوانی اور خون کی کمی خطرے سے خالی نہیں۔ محترمہ مس جناح نے مجھے بتایا کہ اب تو قائد اعظم

کی صحت بہت بہتر ہے پچھلے تین روز ان کی حالت ایسی تشویشناک رہی کہ میں نے خوفزدہ ہو کر ان کی اجازت حاصل کئے بغیر آپ کو بلا بھیجا ۔ ان سے اس ڈر سے ذکر نہ کیا کہ کہیں انکار نہ کردیں ۔ میں بیگم اے ۔ آر ۔ خان کی تجویز کے مطابق انہیں وقتاً فوقتاً پھلوں کا رس اور یخنی دیتی رہی ، جو بیگم خان خود تیار کرتی تھیں ۔ اس سے ان کی حالت قدرے بہتر ہوگئی ۔ یہ سن کر میں نے کہا کہ ایسی یخنی میں کوئی غذائی قوت نہیں ہوتی اس لئے اس کے بجائے وہ خوراک دینی چاہیے جو زود ھضم اور کم فضلہ پیدا کرنے والی ہو ۔ اس کے بعد میں ان کی روز مرہ کی غذا اور آرام کا پروگرام بنانے میں مشغول ہو گیا ۔

ناشتے کے لئے دلیا ، نیم جوش یا تلے ہوئے یا پانی میں پکے ہوئے انڈے ، مکھن کے ساتھ ڈبل روٹی کے پتلے پتلے ٹکڑے ، بعد میں قہوہ جس میں دودھ کی مقدار کافی ہو اور پھلوں کا رس ۔ دوپہر کے کھانے کے لئے چوزے کا قیمہ ، سفید چٹنی کے ساتھ ابلی ہوئی یا بھاپ میں پکی ہوئی مچھلی ، آلوؤں کا بھرتہ ، مٹر کے سبز دانے ، بعد میں پکا ہوا کسٹرڈ یا کریم کے ساتھ پھلوں کی جیلی ، تیسرے پہر کو چائے اور بسکٹ اور شام کے کھانے کے لئے چوزے کا قیمہ ، بھنی ہوئی مچھلی ، بھرتہ ، مٹر کے سبز دانے ، ابلا ہوا کدو ، بعد میں نرم سی پڈنگ اور قہوہ میں نے تجویز کیا ۔ مس جناح ایسی غذا دینے کی نسبت کچھ متذبذب معلوم ہوتی تھیں لیکن انہوں نے مجھے کچھ کہا نہیں ۔ میں نے ان کا تذبذب دور کرنے کے خیال سے کہا کہ مریض کو گرمی پہنچانے والی غذاؤں کی اشد ضرورت ہے ۔ ھاضمے کی اصلاح کے لئے میں نے دوا تجویز

کی - خوراک ، آرام اور ادویہ کے متعلق مفصل ہدایات ضبط تحریر میں لا کر میں خوردبین اور خون اور تھوک کے معائنے کے آلات مہیا کرنے کی طرف متوجہ ہوا - کوئٹہ کے سول سرجن سے ٹیلیفون پر کہا کہ وہ ضروری سامان اور فن تشخیص کے ماہرین کو زیارت بھیج دیں - دوسرے دن صبح کے وقت ڈاکٹر صدیقی ، سول سرجن ، کوئٹہ ، معہ ڈاکٹر محمود آگئے جو فن تشخیص کے ماہر ہیں اور مطلوبہ سامان بھی ہمراہ لائے - حسن اتفاق سے یہ دونوں حضرات میرے شاگرد ہیں اور ان سے یہاں مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی - ۲۵ جولائی اتوار کی صبح کو یہ ڈاکٹر صاحبان تشخیص کی غرض سے لیبارٹری میں مشغول رہے - گیارہ بجے کے قریب میں مسٹر اسین کے ہاں بیٹھا تھا کہ ڈاکٹر صدیقی آئے اور مجھے الگ لے جا کر بات چیت کرنی چاہی - میرا ماتھا ٹھنکا کہ ضرور کوئی بری چیز ہوگی ، لیبارٹری کی تفتیش سے میرے شک کی تصدیق بھی ہوگئی - صورت حال کے تمام پہلوؤں پر غور کرتا ہوا میں ریذیڈنسی کی طرف روانہ ہوا - محترمہ فاطمہ جناح برآمدے میں بیٹھی تھیں ، لیبارٹری کا نتیجہ سن کر ان کے صبر و سکون میں کوئی فرق نہیں آنے پایا - ان کے بشرے سے استقلال کی وہی کیفیت ٹپکتی تھی جو ان کے شہرۂ آفاق بھائی کا طرۂ امتیاز تھی - انہوں نے مزید تفصیلات پوچھیں تاکہ اندازہ لگا سکیں کہ ان کے بھائی اس مرض کا مقابلہ کرنے کی کہاں تک طاقت رکھتے ہیں - میں نے انہیں بتایا کہ ایکس ریز سے سینے کا معائنہ کئے بغیر کوئی رائے ظاہر کرنا مشکل ہے اور نہ سردست یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان پر علاج کا کیا اثر ہوگا - بہر حال انہیں پورا اطمینان دلایا کہ اس وقت پاکستان میں جو بہتر سے بہتر طبی مدد دستیاب ہوسکتی ہے اور جو

زیادہ سے زیادہ سہولت میسر آسکتی ہے وہ قائد اعظم کی خدمت کے لئے حاضر ہو گی اور میں خود جو طبی یا ذاتی خدمت بجا لاسکوں گا اس میں ہرگز کوتاھی نہ ہو گی - یہ باتیں سن کر البتہ مس جناح کچھ پریشان ہوئیں اور کہنے لگیں کہ کاش قائد اعظم کچھ عرصہ پہلے میرے مشورے پر دھیان دیتے - پچھلے دو ماہ سے میں گھبرا کر بار بار کہتی رہی کہ کسی ماہر کو بلا کر دکھانا چاھیئے لیکن قائد اعظم نے میرا کہا نہ مانا اور بدستور کام میں مشغول رہے ، یہاں تک کہ ان کی کام کرنے کی قوت سلب ہو گئی اور وہ آرام کرنے پر مجبور ہو گئے - کوئٹہ اور زیارت میں کچھ عرصہ قیام کر کے ان کی طبیعت کچھ سنبھل گئی تھی کہ اسٹیٹ بنک کی رسم افتتاح ادا کرنے کے لئے انہیں کراچی جانا پڑا - کوئٹہ اور زیارت میں آرام کرکے جو صحت حاصل ہوئی تھی وہ اس سفر کی نذر ہو گئی - کراچی سے واپس آئے تو بہت زیادہ نحیف اور علیل تھے - آتے ھی کھانسی اور بخار کی وجہ سے صاحب فراش ہو گئے - وہ ہمیشہ یہی سمجھتے رہے کہ میں خواہ مخواہ پریشان ہوتی ہوں ، بخار اور کھانسی تو محض کام کی زیادتی اور ہوا لگنے کی وجہ سے ہو جاتے ہیں - دواؤں سے وہ بیزار تھے اور ڈاکٹر جو پروگرام ان کے لئے تجویز کرتے اس پر بھی پوری طرح عمل نہیں کرتے تھے ، لیکن اس میں شک نہیں کہ چند ھی دن آرام کرنے سے ان پر کافی اچھا اثر پڑتا تھا - مس جناح آرزو مند تھیں کہ کاش یہ تشخیص کچھ عرصہ پہلے ہو جاتی - میں ان کے رنج و ملال میں شریک تھا لیکن مجھے امید تھی کہ ملت پاکستان کی صمیم قلب سے نکلی ہوئی دعائیں بارگاہ ایزدی میں مستجاب ہوں گی اور وہ پاکستان کے مضبوط اور باعظمت ہونے تک

ضرور زندہ رہیں گے - میں نے مشورہ دیا کہ قائد اعظم پر اصل مرض ظاہر نہ کیا جائے کہ کہیں وہ دل شکستہ نہ ہوں اور اس سے ان کی صحت پر برا اثر نہ پڑے - انہوں نے مجھے یقین دلایا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ پورا پورا علاج تب ہی ہو سکے گا جب ہم مرض کی حقیقت ان پر ظاہر کر دیں ، اس سے انہیں کوئی خاص گھبراہٹ نہیں ہوگی - میں یہ تو نہیں جانتا تھا کہ اصل مرض کا حال ظاہر کرنے سے ان پر کیا اثر ہوگا لیکن یہ ضرور چاہتا تھا کہ علاج میں پورا تعاون حاصل ہو تاکہ میں اس عظیم ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکوں - چنانچہ میں نے مس جناح کی نصیحت کے مطابق فیصلہ کیا کہ اپنی تشخیص کا نتیجہ انہیں بتادوں - قائد اعظم کو یہ سنگین خبر سناتے وقت میں ان کی طرف بڑے غور سے دیکھتا اور سوچتا رہا کہ کہیں انہیں مطلع کرنے میں میں نے غلطی تو نہیں کی - وہ بڑے سکون کے ساتھ میری تشخیص کا نتیجہ سنتے رہے اور آخر میں صرف اتنا ہی پوچھا کہ "آپ نے مس جناح کو تو نہیں بتایا "؟ میں نے جواب دیا ، "جی ہاں ، میرا خیال تھا کہ اس بیماری کی اصلیت آپ پر ظاہر نہ کروں کہ کہیں اس سے آپ کی صحت پر برا اثر نہ پڑے ، اس لئے مجھے ان سے مشورہ لینا پڑا " - قائد اعظم نے میری بات کاٹ کر کہا ، "آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا ، آخر وہ عورت ہی تو ہیں " - میں نے عرض کیا ، " مجھے افسوس ہے کہ میں مس جناح کو رنج پہنچانے کا موجب ہوا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہ تھا - طبی اخلاقیات کی رو سے اگر ڈاکٹر مریض کو اصل مرض سے آگاہ کرنا مناسب نہ سمجھے تو اس کا فرض ہے کہ خاندان کے کسی ذمہ دار فرد سے اس کا ذکر

ضرور کردے - یہاں گھر کا کوئی اور فرد نہیں تھا ، اس لئے مجھے ان سے ھی ذکر کرنا پڑا اور وہ مصر بھی تھیں کہ آپ سے مرض پوشیدہ نہ رکھا جائے تاکہ پورا پورا علاج ھوسکے - میرے لئے بڑی دشواری کا سامنا تھا کہ کیا کروں ، کیا نہ کروں ،، - قائد اعظم سکون کے ساتھ میری باتیں سنتے رہے اور آخر میں بولے ، ” خیر جو ھوا سو ھوا - اب مجھے پوری کیفیت بتا دیجئے - یہ تکلیف مجھے کب سے ھے ، مرض پر قابو پانے کے کیا امکانات ھیں ، علاج کب تک جاری رہے گا ؟ مجھے ان ساری باتوں کا علم ھوجانا چاھیے - آپ مجھے حقیقت حال سے آگاہ کرنے میں پس و پیش نہ کریں ،، -

میں نے جواب دیا ، ” تا وقتیکہ ایکس ریز کی مدد سے معلوم نہ کر لوں کہ بیماری کس حد تک پہنچ چکی ھے کوئی خاص رائے نہیں دے سکتا لیکن مجھے یقین ھے کہ جدید ادویہ کے استعمال سے صحت کافی بہتر ھوجائے گی ،، - میری رائے سن کر انہیں کوئی خاص پریشانی نہیں ھوئی - اس بات سے میں بے حد متاثر ھوا کہ اپنی صحت کے متعلق اتنی پریشان کن خبر کو انہوں نے یوں صبر و سکون کے ساتھ سنا -

میں نیچے آ کر لیبارٹری کی تشخیص کے پیش نظر خوراک اور علاج میں مناسب رد و بدل کرنے لگا ، اس کے بعد میں نے ڈاکٹر ریاض علی شاہ ، ڈاکٹر عالم ، ماھر ایکس ریز ، اور ڈاکٹر غلام محمد ، ماھر تشخیص امراض ، میو ھسپتال ، کو تار دیا کہ ضروری ساز و سامان اور سفری ایکس ریز کے آلات لیکر زیارت پہنچ جائیں - بعض ضروری دواؤں کے لئے میں نے کراچی بھی تار بھیجا - جب میں شام کو قائد اعظم کو دیکھنے کے لئے گیا تو مجھے یہ معلوم کرکے بہت خوشی ھوئی کہ جو خوراک

میں نے تجویز کی تھی وہ انہوں نے کھائی تھی اور ھضم بھی کرلی تھی ۔ ان کا درجۂ حرارت زیادہ نہیں بڑھا اور پہلے کی نسبت ان کی حالت کچھ بہتر رہی ۔ اگلے دن میں نے محترمہ فاطمہ جناح سے ایک نرس مقرر کرنے کو کہا ۔ اب تک وہ خود ہی اپنے بھائی کی تیمار داری کر رہی تھیں ۔ میں ڈرتا تھا کہ یوں ہی دیکھ بھال کرتے ہوئے اگر ان کی صحت بھی خراب ہوگئی تو بھائی کی پریشانیوں میں اور اضافہ ہو جائیگا ۔ وہ نرس کے بارے میں مجھ سے متفق تھیں لیکن اس میں مریض کی رضامندی کو ضروری سمجھتی تھیں ۔

جب قائد اعظم سے اس بات کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے ہماری تجویز کو رد کردیا ۔ وہ نرس کی ضرورت کے قائل نہ تھے ، کیوں کہ ان کے نوکر چاکر سب کام ان کے حسب منشاء سر انجام دیتے تھے ۔ میں نے ان کے جذبات کا لحاظ رکھ کر ایک تجربہ کار نرس رکھنے پر زور دیا اور بتایا کہ نرس ٹمپریچر اور نبض کی رفتار کا حساب رکھنے کے لئے ضروری ہے۔ قائد اعظم نے اس دلیل کو یہ کہکر رد کردیا کہ یہ کام تو مقامی ڈاکٹر یا ان کا کوئی قائم مقام بھی کرسکتا ہے ۔ میں نے بحث کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور ان کی خواهش کے مطابق اس کام کے لئے مقامی ڈاکٹر کی سفارش پر ایک لیڈی کمپاؤنڈر مقرر کر دی ۔ اگلے دن صبح کے وقت جب میں ریذیڈنسی گیا تو محترمہ فاطمہ جناح کہنے لگیں کہ یہ لیڈی کمپاؤنڈر بڑی مستعد اور ہوشیار ہے ۔ گذشتہ رات جب قائد اعظم نے اس سے اپنا ٹمپریچر پوچھا تو اس نے صاف کہدیا کہ میں ڈاکٹر کی اجازت کے بغیر نہیں بتاسکتی ۔ اس کے چلے جانے کے بعد قائد اعظم ناراض ہونے کی بجائے اس سے

خوش ہوئے ۔ وہ خود ایک با اصول آدمی تھے ، اس لئے جو شخص اپنا کام با قاعدگی سے کرتا اس کو پسند کرتے اور اس کی تعریف کرتے ۔

اسی دن مسٹر حسن اصفہانی ، سفیر پاکستان ، قائد اعظم کو دیکھنے آئے اور مجھ سے بھی ملے ۔ انہوں نے مجھ سے قائد اعظم کا حال پوچھا اور بشرط ضرورت امریکہ سے طبی امداد خاص ہوائی جہاز کے ذریعے بھیجنے کا وعدہ کیا ۔ قائد اعظم سے ملاقات کرنے کے بعد وہ نیچے آئے تو کچھ مغموم سے تھے ۔ میں نے دل میں کہا کہ کہیں انہوں نے اپنی پریشانی مریض پر ظاہر نہ کردی ہو ۔ از راہ تعلق انہوں نے پھر امریکہ سے طبی امداد بھیجنے کو کہا لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کی ضرورت نہیں پڑے گی کیوں کہ قائد اعظم موجودہ علاج پر پورا پورا اعتقاد رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ خاطر خواہ ڈاکٹروں کے زیر علاج ہیں ۔ قائد اعظم نے مسٹر اصفہانی سے جو اپنے اطمینان کا اظہار فرمایا اس سے مجھے بڑی تقویت ہوئی ۔

شام کے وقت میں نے محترمہ فاطمہ جناح سے کہا کہ قائد اعظم کے کپڑے کافی گرم نہیں ہیں اور وہ اپنے آپ کو اچھی طرح ڈھانپتے بھی نہیں ، اس لئے خطرہ ہے کہ ان کے سینے کو سردی نہ لگ جائے ۔ مس جناح کی اجازت سے میں نے تیس گز وائلا کے لئے کراچی لکھ بھیجا تاکہ قائد اعظم کو ریشمی پاجاموں کے بجائے وائلے کے گرم پاجامے پہنائے جائیں ۔

اگلے دن صبح کے وقت قائد اعظم سے حسب ذیل گفتگو ہوئی :

''جناب ، پاجاسے جو آپ پہنتے ہیں بہت پتلے ہیں ، ڈر ہے کہیں آپ کو سردی نہ لگ جائے ،، ۔

''میرے پاس صرف ریشمی پاجاسے ہیں ، خیال ہے کہ گاڑھے کے پاجاسے بنوا لئے جائیں ،، ۔

'' لیکن جناب سوت کے پاجاسے مناسب نہیں ہوں گے ، آپ کو اونی پاجاسے پہننے چاہئیں ،، ۔

''لیکن میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ میرے پاس اور پاجاسے نہیں ہیں ،، ۔

'' خیال تھا کہ آپ کو اونی پاجاسے پہننے چاہئیں ، اس لئے آپ کی اجازت کے بغیر ہی میں نے تیس گز وائلا کے لئے کراچی لکھ بھیجا ہے ،، ۔

'' ڈاکٹر ! سنیئے ، میری نصیحت یہ ہے کہ جب آپ کچھ خریدنا چاہیں تو دوبارہ غور کرلیا کریں کہ کیا اس کے بغیر کام چل سکتا ہے یا واقعی اس کی ضرورت ہے ،، ۔

''جناب ، جب میں آپ کے متعلق کوئی فیصلہ کرتا ہوں تو آپ سے تذکرہ کرنے سے پہلے کئی مرتبہ سوچ لیتا ہوں ۔ میری یہ قطعی رائے ہے کہ اونی پاجاسے آپ کے لئے ضروری ہیں ،، ۔

''اچھا ! جو آپ کی رائے ،،۔ یہ انہوں نے مسکرا کر کہا ۔

میں سن چکا تھا کہ قائد اعظم بعض اوقات نا واجب طور پر ضد سے بھی کام لیتے ہیں ، اس لئے اپنی اس کامیابی پر بہت خوش ہوا ۔ اس واقعہ نے میری ہمت بندھائی اور

مجھے امید ہو گئی کہ جو کچھ میں قائد اعظم کے لئے ضروری سمجھوں گا ان سے منوالوں گا ، بشرطیکہ اس کے لئے میرے پاس کوئی معقول دلیل ہو - ان کی افتاد طبع کا اندازہ لگانے کے بعد میں اپنی تمام تجویزوں کے متعلق ان سے تبادلۂ خیال کرلیا کرتا تھا اور اپنی رائے صاف صاف بیان کرنے میں نہ جھجکتا تھا -

مجھے یقین ہے کہ قائداعظم کو میری نسبت جو حسن ظن تھا اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میں ان کی بیماری کے متعلق ضروری گفتگو عام فہم انداز میں کیا کرتا تھا - اس سے بالعموم ڈاکٹر پر مریض کا اعتقاد بڑھ جاتا ہے - خاص طور سے باخبر اور تعلیم یافتہ مریض علاج معالجے سے مطمئن نہیں ہوتے تاوقتیکہ انہیں اس کی معقولیت کا یقین نہ ہو جائے - مریض کو اگر ڈاکٹر پر اعتماد اور بھروسہ ہو تو اس کا اثر علاج معالجے سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے - اس دن قائد اعظم نے دوپہر کا کھانا رغبت سے نہیں کھایا - کھانسی کی تکلیف بھی رہی اور شام تک ٹمپریچر بھی کچھ زیادہ ہی رہا - نو بجے کے قریب محترمہ فاطمہ جناح کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی جس سے معلوم ہوا کہ قائد اعظم کی نبض بہت تیز چلتی رہی ہے - مجھے بڑی تشویش ہوئی لیکن معائنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ کوئی نئی پیچیدگی نہیں پیدا ہوئی - نیچے اترا تو وزیر اعظم سے ڈرائنگ روم میں ملاقات ہوئی - وہ اسی روز مسٹر محمد علی کے ہمراہ قائد اعظم کی مزاج پرسی کے لئے تشریف لائے تھے - انہوں نے بڑی بیتابی سے قائد اعظم کی کیفیت دریافت کی اور اس بات پر اطمینان ظاہر کیا کہ مریض کو اپنے ڈاکٹر پر اعتماد ہے اور انشاءاللہ اس کا ان کی صحت پر اچھا اثر پڑے گا - انہوں نے بہت تاکید کی کہ قائد اعظم

کی اس طویل بیماری کی جڑ کا ضرور کھوج لگایا جائے - میں نے انہیں یقین دلایا کہ قائد اعظم کی حالت تشویشناک ہونے کے باوجود پرامید ہے ، اگر انہوں نے وہ جدید دوائیں کھالیں جو کراچی سے منگوائی جا رہی ہیں تو ممکن ہے وہ صحت یاب ہو جائیں - بڑی امید افزا بات یہ ہے کہ مریض میں مدافعت کی کافی قوت ہے - وزیر اعظم اپنے رہنما اور پرانے رفیق کی علالت سے بہت افسردہ تھے - ان کی دل سوزی سے میں بہت متاثر ہوا -

اس دن شام کو لاہور سے ڈاکٹر ریاض علی شاہ ، ڈاکٹر غلام محمد اور ڈاکٹر عالم کے پہنچنے پر ان کے ساتھ ابتدائی صلاح و مشورہ ہوا - دوسرے دن دوپہر کو میں انہیں ریذیڈنسی لے گیا اور محترمہ فاطمہ جناح سے ان کا تعارف کرایا - ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے وہ پہلے بھی مل چکی تھیں - رات کی کیفیت کا جائزہ لینے کے بعد ڈاکٹر ریاض علی شاہ کے ہمراہ قائد اعظم کے پاس گیا اور ڈاکٹر صاحب کا تعارف کرایا - قائد اعظم نے مسکرا کر ان کا خیر مقدم کیا - چونکہ میں نے ڈاکٹر صاحب کو بیماری کی پوری پوری کیفیت بتا دی تھی اس لئے جب وہ معائنہ کرنے لگے تو میں کمرے سے باہر آگیا - کوئی بیس منٹ کے بعد انہوں نے باہر نکل کر اپنی تشخیص مجھے بتائی ، پھر جلد ہی ڈاکٹر غلام محمد اور ڈاکٹر عالم ایکس ریز سے تصویر لینے کے لئے اندر گئے - بڑا اچھا ہوا کہ ڈاکٹر عالم اپنا ذاتی سفری ایکس ریز اپنے ہمراہ لے آئے تھے ، ورنہ قائد اعظم اس قابل نہ تھے کہ اس غرض سے انہیں کوئٹہ لے جا سکتے - ڈاکٹر عالم نے مجھے بعد میں بتایا شاید تصویر اچھی نہ آئے ، کیونکہ قائد اعظم کمزوری کی وجہ سے نہ کچھ دیر سانس کو روک سکے نہ بستر میں بیٹھ سکے - اچھی تصویر کے لئے یہ دونوں باتیں

ضروری ھیں ۔ مگر اسی شام ڈاک بنگلہ میں تصویر ڈیویلپ کی گئی تو خلاف توقع ٹھیک نکلی ۔ بیرونی معائنے سے ہم نے جو رائے قائم کی تھی حالت اس سے کہیں زیادہ خراب نکلی ۔ پتہ چلا کہ مرض اندر ھی اندر گھٹتا بڑھتا کوئی دو سال سے چلا آ رہا تھا ۔ ھمیں یقین تھا کہ کراچی سے جو جدید دوائیں منگائی گئی ھیں وہ مفید ثابت ہوں گی لیکن ایکس ریز کے اس نتیجے کو دیکھ کر ھمارا وہ یقین کمزور پڑ گیا ۔ دوسرے دن صبح کے وقت ڈاکٹر غلام محمد کے لیبارٹری کے معائنے سے مزید معلومات حاصل ھوئیں جن سے میری پہلی تشخیص درست ثابت ھوئی اور بیماری کا صحیح حال معلوم ھوا ، اور یہ بھی اندازہ ھوا کہ ان میں اب قوت مدافعت کہاں تک موجود ہے ۔

شام کے وقت ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر غلام محمد کو میں نے لاھور جانے کی اجازت دے دی اور چلتے وقت تاکید کر دی کہ قائد اعظم کی بیماری کا کسی سے ذکر نہ کریں اور اگر ممکن ھو تو اپنا زیارت آنا بھی کسی پر ظاھر نہ کریں ۔ دوسرے دن صبح میں اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ ریذیڈنسی گئے اور معائنے کے نتیجے کی اطلاع محترمہ فاطمہ جناح کو دی ۔ پھر ھم مریض کو دیکھنے گئے اور انہیں اپنے علاج کا پروگرام بتایا ۔ میں نے نرس کے تقرر پر پھر زور دیا مگر انہوں نے بدستور انکار کیا ۔ گذشتہ رات ڈاکٹر شاہ کے ساتھ اس مسئلے پر تبادلۂ خیال ھوچکا تھا اور ان سے میں نے کہا تھا کہ جب قائد اعظم سے ملیں تو نرس کا ذکر پھر چھیڑیں ۔ ڈاکٹر شاہ ٹیکہ لگانے کے بعد اس معاملے کو انجام تک پہنچانے کے لئے ٹھہر گئے ۔ چند منٹ گذرے ھوں گے کہ وہ خوش خوش باھر آئے اور فخریہ کہنے لگے کہ لیجئے خدا خدا کر کے قائد اعظم نرس رکھنے پر رضامند ھو گئے ۔ ایک

اچھی نرس کے بغیر علاج موثر طریقے سے نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے ہم بھی بہت خوش ہوئے۔ شام کو جب ہم انہیں دیکھنے کے لئے گئے تو یہ سن کر اطمینان ہوا کہ دن بھر حالت اچھی رہی اور انہوں نے ناشتہ اور دوپہر کا کھانا رغبت سے کھایا۔ ڈاکٹر شاہ نے پھر نئی دوائی کا ٹیکہ لگایا۔ خوش قسمتی کی بات ہے کہ نہ اس کا کوئی رد عمل ہوا نہ کوئی ناگوار اثر ظاہر ہوا۔ دن بھر انہیں بخار ضرور رہا لیکن دوسرے دن ٹمپریچر کم ہونا شروع ہوا اور اس سے اگلے دن بخار نہیں ہوا۔ کھانسی اور بلغم میں افاقہ ہوا، عام حالت بہتر رہی، نبض بھی ٹھیک چلتی رہی، بھوک بھی لگتی تھی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اصلاح ہوتی رہی۔

ایک دن محترمہ فاطمہ جناح نے شکایت کی کہ قائد اعظم نے شام کا کھانا رغبت سے نہیں کھایا اور کہتے تھے کہ ابلے ہوئے انڈے قدرے سخت تھے۔ میں نے رائے دی کہ مہاراجہ کپورتھلہ کے سابق میر مطبخ مسٹر امانت علی کو رکھ لیا جائے جنہوں نے پیرس میں کئی سال گزار کر باورچی خانے کا کام رٹز اور دوسرے اعلیٰ درجے کے ہوٹلوں کے باورچیوں سے سیکھا تھا۔ اس خیال سے کہ شاید ان کی خوراک بہتر ہو جائے اور ان کی صحت پر اچھا اثر پڑے، محترمہ فاطمہ جناح نے مسٹر امانت علی کو بہت جلد بلوا لیا۔

۳ اگست کو کالج کے ایک ضروری کام کی غرض سے میں نے قائد اعظم سے چار دن کے لئے لاہور آنے کی اجازت حاصل کی۔ لاہور سے جب میں زیارت گیا تھا مجھے یہ خیال ہرگز نہ تھا کہ وہ اتنے زیادہ علیل ہوں گے۔ شروع شروع میں ان کی یہ کیفیت دیکھی تو انہیں اس حال میں چھوڑنے کا خیال ہی نہیں

آیا ۔ لیکن جب ان کی حالت بہتر ہونی شروع ہوئی اور ان کا بخار اتر گیا تو میں نے ارادہ کیا کہ چند روز کے لئے انہیں ڈاکٹر ریاض علی شاہ کے سپرد کر کے خود چلا آؤں ۔ چنانچہ سہ پہر کو کار میں بیٹھ کر کوئٹہ پہنچا اور وہاں سے گاڑی میں لاہور روانہ ہوا ۔ سفر میں بلوچستان کی چٹیل پہاڑیوں کو دیکھ کر میرا دھیان پھر ''معمار پاکستان،، کی طرف منتقل ہوا ۔ اللہ اللہ ان پہاڑیوں نے کتنے عظیم الشان دل کو اپنا گرویدہ کر لیا تھا ۔

روانگی کے وقت ان کی حالت اچھی تھی اور میرے ایک قابل رفیق کار ان کے نگراں تھے ۔ کوئی خدشہ نہ تھا ، تاہم بار بار مجھے زیارت کا خیال آتا تھا ۔ دل سے یہی دعا نکلتی تھی ، خدا خیر کرے ۔ کہیں میری غیر حاضری میں انہیں اچانک کوئی تکلیف نہ ہو جائے ۔ لاہور پہنچ کر مجھے یک گونہ اطمینان ہوا ۔ زیارت سے کوئی تار یا ٹیلیفون کا پیغام نہیں آیا تھا لیکن دوسرے دن میں کالج کے دفتر میں بیٹھا تھا کہ میری بیوی نے ٹیلیفون کیا جس کے سنتے ہی میرا دل دھک دھک کرنے لگا ۔ زیارت سے ٹیلیفون آیا تھا جس میں ڈاکٹر عالم اور مجھے شعاعوں کے ذریعے علاج کرنے کا آلہ (Ultra Violet Apparatus) لے کر زیارت پہنچنے کی تاکید کی گئی تھی ۔ میں جمعہ کی صبح کو ہوائی جہاز کے ذریعے آٹھ بجے زیارت پہنچ گیا ۔ محترمہ مس جناح میرے آجانے سے بہت خوش ہوئیں ۔ ڈاکٹر شاہ نے بتایا کہ میری غیر حاضری میں قائد اعظم بہت کمزور ہو گئے اور ان کے خون کا دباؤ بہت گر گیا لیکن ٹیکے لگانے سے حالت کچھ سدھر گئی ۔

دوسرے دن ۷ اگست کو عیدالفطر تھی ۔ ہم نے عیدگاہ میں نماز ادا کی اور قائد اعظم کی صحت اور درازی عمر کے لئے

دعائیں مانگیں ۔ شام کو ڈاکٹر عالم نے برقی شعاعی علاج شروع کیا اور سب سے پہلے ایک ٹانگ پر چند منٹ کے لئے آزمایا ، اس ارادے سے کہ اگر مریض برداشت کرلے تو اسے زیادہ وقفے کے لئے دونوں ٹانگوں پر جاری رکھا جائے ۔ مریض کی حالت بتدریج بہتر ہوتی گئی ۔ لیکن ۹ اگست کی شام کو ہم نے دیکھا کہ ان کے پاؤں پر کچھ ورم سا ہوگیا ہے اور پیشاب کی مقدار کم ہوگئی ہے ۔ یہ بات خدشے سے خالی نہ تھی ، اس لئے باوجود ان کی کمزوری کے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ انہیں فی‌الفور کوئٹہ لے چلیں ۔ خیال یہ تھا کہ اس کم بلند مقام پر انہیں یقیناً فائدہ ہوگا ۔ چنانچہ ۱۱ اگست کی صبح کو میں نے محترمہ فاطمہ جناح سے کہا ، ”کچھ نئی علامتیں پیدا ہوگئی ہیں ، ان سے دل اور گردوں کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے اس لئے یہاں سے جانا ضروری ہے“ ۔ وہ بہت مغموم ہوئیں لیکن اب دقت یہ تھی کہ یہاں سے اچانک روانگی کا مریض سے کیونکر ذکر کیا جائے ۔ زیارت پہنچ کر مجھے اس بات کا پورا اندازہ ہوگیا تھا کہ قائد اعظم جیسے زیرک وکیل کو ادھوری باتوں سے قائل نہیں کیا جا سکتا ۔ مجھے ان کی جرح سے ڈر لگتا تھا ، تاہم بڑی ادھیڑ بن کے بعد میں جرائت سے کام لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کیا :

”جناب ! ایک آدھ دن سے آپ کے پاؤں پر ورم سا آ گیا ہے اور پیشاب کی مقدار کم ہو رہی ہے ۔ ورم کچھ زیادہ تو نہیں بڑھا لیکن ضروری ہے کہ آپ کو جلد از جلد کوئٹہ لے جائیں ۔ اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں لیکن ڈر ہے کہ اگر ورم بڑھ گیا تو دل کو متاثر کرے گا ۔ زیارت جیسا بلند مقام اب آپ کی صحت کے لئے موزوں نہیں ۔ پہلے آپ کو یہاں سے

لے جانا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ آپ بہت کمزور تھے،،۔

میری یہ باتیں سن کر انہوں نے دریافت کیا، ،،کوئٹہ کب تک چلا جانا چاہئے،،۔ میں نے عرض کیا، ،،کل ہی ۱۲ اگست کو،،۔ انہوں نے کہا، ،،میں سوچ کر شام کو جواب دوں گا،،۔ شام کو جب اسی موضوع پر پھر بات چیت ہوئی تو قائد اعظم نے فرمایا، ،،سامان باندھنے کے لئے وقت تھوڑا ہے۔ اس لئے کل روانگی نہیں ہوسکے گی،،۔ میں نے ۱۳ تاریخ کے لئے کہا۔ فرمانے لگے، ،، آپ کو معلوم نہیں ۱۴ اگست کو ہماری آزادی کی پہلی سال گرہ ہے۔ آپ اسی سال گرہ کی شام کو مجھے یہاں سے چلنے کے لئے کہہ رہے ہیں۔ ناممکن ہے۔ جلد از جلد بھی چلیں تو ۱۵ اگست کو،،۔ میں نے عرض کیا، ،،ڈاکٹر اپنے مریض کے متعلق جو فیصلہ بھی کرتا ہے سوچ سمجھ کر کرتا ہے۔ آپ جتنی جلدی کوئٹہ چل سکیں بہتر ہوگا۔ ساتھ ہی اس خیال سے کہ انہیں خواہ مخواہ تشویش نہ ہو، میں نے انہیں یقین دلایا کہ اس وقت بظاہر گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں لیکن کچھ کہا نہیں جاسکتا کہ تاخیر کا نتیجہ کیا ہو،،۔ میرے اس اصرار پر وہ رضامند ہوگئے اور پوچھنے لگے، ،،کس وقت چلنا چاہئے،،؟ میں نے عرض کیا، ،،ساڑھے تین بجے سہ پہر کو،،۔ پھر کہا، ،،دو بجے کیوں نہیں،،؟ میں نے جواب دیا، ،،ڈیڑھ بجے آپ کھانا کھائیں گے اور کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کریں گے اور تیار ہوتے تک ساڑھے تین ہو جائیں گے،،۔ میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو مطلع کردیا اور انہوں نے مسٹر مظہر، اے۔ ڈی۔ سی، سے انتظام کرنے کو کہا۔ ہمیں قائد اعظم کی رضامندی سے

خوشی ہوئی ، کیونکہ پچھلے دو دن سے ان کے پاؤں کے ورم سے مجھے بہت تشویش تھی - آزادی کی سال گرہ کی شام کو چلنے پر ان کا اعتراض یقیناً واجب اور معقول تھا - جو لوگ انہیں ضدی کہتے تھے وہ قائد اعظم کو سمجھے ھی نہیں - جب وہ اپنے آپ کو راستی پر سمجھتے تھے تو دنیا کی کوئی طاقت ان کے ارادے کو نہیں بدل سکتی تھی ، لیکن جب انہیں یقین ھو جاتا کہ وہ غلطی پر ھیں تو خواہ کتنا ھی برا لگے وہ تسلیم کرلیتے - اس دن سے ھمیں اس قسم کا کوئی خدشہ نہ رہا کہ اگر ہم ان کے علاج کے لئے کوئی مناسب کارروائی تجویز کریں تو وہ اس پر عمل پیرا نہ ہوں گے -

۱۲ اگست کی صبح کو پاؤں کا ورم کافی حد تک کم ھو گیا اور پیشاب کی مقدار بڑھ گئی - اس خوشی میں ھم نے طے کیا کہ دوپہر کے کھانے کے بعد سیر و تفریح کے لئے باھر چلیں - شام کے وقت جو ھم سیر کیا کرتے تھے اس سے کافی ورزش نہیں ھوتی تھی - اس لئے ھماری خواھش تھی کہ ریذیڈنسی کے مغربی سمت پہاڑ کی چوٹی پر چڑھیں - ھمیں بتایا گیا تھا کہ چوٹی پر چڑھنے کے لئے ھمیں اس کے ارد گرد گھوم کر جانا ھو گا جہاں سے ایک راستہ نکل کر زیارت کی بڑی سڑک سے آملتا ھے - کوئی میل بھر کا فاصلہ ھم نے طے کیا ھوگا کہ ایک سڑک پر نظر پڑی جو دائیں سے بائیں کو نکل گئی تھی - ھم نے ایک مقامی شخص سے دریافت کیا ، ”دائیں طرف کی سڑک کس طرف کو جاتی ھے “؟ اس نے جواب دیا ، ” زیارت کو “ - یہ سن کر ھمیں تعجب ھوا - خیال ھوا کہ یہ شخص ھمیں بنا رہا ھے - لیکن اور پوچھ گچھ کرنے پر پتہ چلا کہ زیارت ایک مقبرے کا

نام ہے ۔ ہم بائیں طرف کی سڑک پر ہو لئے اور چڑھائی چڑھنا شروع کی ۔ ڈیڑھ گھنٹے تک کافی چڑھائی چڑھنے کے بعد میں ، ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر غلام محمد چوٹی پر پہنچ گئے ۔ ڈاکٹر شاہ نے نصف راستہ طے کیا تھا کہ حوصلہ ہار دیا ۔ ہمیں کوئی دوسرا راستہ معلوم نہ تھا اور کچھ دیر بھی ہو رہی تھی ، اس لئے ہم اسی راستے سے لوٹ آئے ۔ پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر دیکھتے کیا ہیں کہ ڈاکٹر شاہ تھکے ہارے ایک چشمے سے پانی پی کر پیاس بجھا رہے ہیں ۔

شام کو جب ہم ریذیڈنسی گئے تو محترمہ فاطمہ جناح نے بتایا کہ قائد اعظم تین گھنٹے برآمدہ میں بیٹھے رہے اور چائے بھی وہیں پی اور کہتے تھے سیر و تفریح کے لئے یہ دن بہت اچھا ہے ۔ انہوں نے یہ امید بھی ظاہر کی تھی کہ ہم لوگ اس تفریح سے لطف اندوز ہوں گے ۔ میں نے محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت میں عرض کیا کہ قائد اعظم کی صحت بہتر ہونے پر ہمارا ارادہ ہے کہ آپ دونوں کو سیر و تفریح کے لئے مدعو کریں ۔

افسوس ، ہمارا یہ ارادہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا ۔

——

# ۲

## گوشہ

۱۳ اگست کی صبح کو قائد اعظم خوش و خرم نظر آتے تھے - پہلے کی نسبت بہتر نیند سوئے ، اگرچہ انہیں یہ احساس ضرور تھا کہ یہ نیند ایک تندرست شخص کی طرح نہ تھی - معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ خون کا دباؤ کم ہو گیا ہے اور ورم پھر عود کر آیا ہے - اس سے دل فکرمند ہوا اور زیارت کی تکلیف دہ بلندی کو چھوڑنے کا ارادہ پختہ ہو گیا - دونوں ایڈی کانگ بڑی محنت سے تیاری کرتے رہے - پورے ساڑھے تین بجے ہم سفر کے لئے تیار تھے - احتیاط کی غرض سے اس سفر کو پوشیدہ رکھا گیا - میں نے اپنے اردلی کو بھی اس وقت تک نہیں بتایا جب تک ہم چلنے کے لئے بالکل تیار نہیں ہو گئے - تین بجے میں قائد اعظم کے کمرے میں گیا اور انہیں سفر کے قابل پایا - میں نے ان سے درخواست کی کہ اپنا سونے کا پاجامہ نہ بدلیں لیکن وہ انتہائی نقاہت کے باوجود شلوار اور اچکن پہننے پر مصر تھے - کپڑے تبدیل کرنے کے بعد ایڈی کانگ حضرات اور دوسرے ملازم نہایت احتیاط سے انہیں اسٹریچر پر لٹا کر نیچے لائے - کھلے صحن میں آئے تو ان کے چہرے کی حالت زیادہ بہتر تھی اور وہ زیادہ علیل نہیں معلوم ہوتے تھے - ان کی موٹر کار کی پچھلی سیٹ کو بڑھا لیا گیا تھا تاکہ وہ قدرے چت لیٹ سکیں -

میں خود اس سیٹ پر بیٹھا اور اسے کافی آرام دہ پایا ۔ اس انتظام سے محترمہ فاطمہ جناح بھی مطمئن تھیں ۔ تین بج کر پچیس منٹ پر انہیں پچھلی سیٹ پر لٹا دیا گیا ۔ خوب اچھی طرح لیٹ گئے تو میں نے دریافت کیا ۔ "کوئی تکلیف تو نہیں" ۔ انہوں نے کچھ جواب نہ دیا اور کہا ، "مجھے جلد کوئٹہ لے چلو" ۔ محترمہ فاطمہ جناح اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھ گئیں ۔ ان کے سامنے ایک خالی سیٹ پر نرس بیٹھی اور ایڈی کانگ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گیا ۔

میں نے ڈرائیور کو ھدایت کی کہ رفتار ۲۰ میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہ ھو ۔ قائد اعظم کی موٹر کے آگے ایک پیش رو جیپ ، اس کے پیچھے سینئر سپرنٹنڈنٹ پولیس کی کار اور اس کے پیچھے ھماری کار تھی ۔ موسم بہت خوش گوار تھا ۔ سڑک کے دونوں جانب لوگ کھڑے خوشی کے نعرے بلند کر رھے تھے ۔ قائد اعظم کا یہ سفر پوشیدہ رکھا گیا تھا لیکن تعجب کی بات تھی کہ اس کے باوجود لوگ کثرت سے جمع ھو گئے تھے ۔ ھمارا ارادہ ھر پچیس میل کے بعد ٹھہرنے کا تھا لیکن ھم راستے میں کہیں نہ رکے ، یہاں تک کہ ریسٹ ھاؤس آپہنچے ۔ اس سے ظاھر ھوتا تھا کہ قائد اعظم کو سفر میں کوئی خاص تکلیف نہیں ھوئی تھی ۔ ریسٹ ھاؤس میں بھی کار ایک آدھ منٹ ھی ٹھہری اور پھر چل پڑی ، حالانکہ یہ چائے کا وقت تھا ۔ ریسٹ ھاؤس کے صحن میں آدمی کھڑے تھے ۔ میں نے خیال کیا شاید ان لوگوں کی موجودگی حائل ھوئی ھو گی ۔ قائد اعظم نہیں چاھتے تھے کہ لوگ انہیں چائے پیتے ھوئے دیکھیں اور یہ بھی گوارا نہ تھا کہ وہ محض اپنے اطمینان کی خاطر لوگوں کو وھاں سے ھٹا دیں ۔

کوئی ایک آدھ میل چلنے کے بعد کار کھڑی ہو گئی ، اور ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو باھر نکلتے دیکھا - میں نے لپک کر قائد اعظم کی کیفیت پوچھی - معلوم ہوا سفر سے انہیں کوئی خاص کوفت نہیں ہوئی - انہوں نے چائے پی اور بسکٹ کھائے اور چند منٹ کے بعد ہم پھر چل دئیے اور پھر کوئٹہ تک کہیں نہیں ٹھہرے - وہاں کوئی ھجوم نہ تھا ، البتہ جن لوگوں کی نظر پڑی وہ آزادی سے قبل کی شام کو قائد اعظم کی موٹر کار دیکھ کر ضرور متعجب ہوئے ہو نگے -

راستے میں کوئی ساڑھے چار گھنٹے لگے اور پہنچتے پہنچتے شام ہو گئی - سفر کے بخیر و خوبی انجام پانے پر ہم سب خوش تھے اور قائد اعظم بھی بشاش نظر آتے تھے - ریذیڈنسی سے تمام لوگوں کو ہٹا دیا گیا اور پھر قائد اعظم کو اسٹریچر پر لٹا کر اندر لے گئے - یہ کمرہ پہلی منزل کی چھت پر تھا - بہت کھلا ، روشن اور شگفتہ - رخ سڑک کی طرف تھا - میں نے نبض دیکھی ، کوئی دس یا پندرہ بار چلنے کے بعد دب جاتی تھی لیکن خون کا دباؤ ٹھیک تھا - میرا خیال تھا کہ نبض کا یہ درمیان میں رک کر چلنا محض سفر کی تکان کے باعث تھا جو ذرا آرام کرنے سے خود بخود جاتا رہے گا - میں چند منٹ وہاں ٹھہرا اور پھر گھر چلا آیا ، کیوں کہ ایک ہفتہ پہلے میرے بیوی بچے کوئٹہ آ پہنچے تھے - ڈاکٹر شاہ ، ڈاکٹر عالم اور ڈاکٹر غلام محمد چلتان ہوٹل چلے گئے جہاں ان کی رھائش کا بندوبست کیا گیا تھا -

دوسرے دن صبح کو قیام پاکستان کی سال گرہ منائی

جا رہی تھی - ہم قائد اعظم سے ساڑھے آٹھ بجے صبح ملے ، رات کا کھانا انہوں نے اشتہا سے کھایا تھا اور آرام سے سوئے تھے - کھانسی نے تکلیف نہ دی تھی ، نبض با قاعدہ چل رہی تھی اور خون کا دباؤ قابل اطمینان تھا، بلغم بھی نہیں آیا تھا- یہ سب کچھ دیکھ کر میں نے ان سے کہا ، " خدا کا شکر ہے کہ ہم زیارت سے بخیریت تمام آ پہنچے - اس کمزوری کی حالت میں آپ کو سفر کی زحمت دینا خطرے سے خالی نہ تھا لیکن اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا - زیارت کی بلندی آپ کے لئے مضر تھی ، اسی لئے ابتدائی فائدے کے بعد صحت کی ترقی رک گئی - آپ کے پاؤں کے ورم سے ہمیں تردد تھا اور اگر آپ یہاں نہ آتے تو حالت شاید زیادہ خراب ہوجاتی " - وہ مسکرائے اور فرمایا ، " بہت اچھا کیا مجھے یہاں لے آئے - زیارت میں مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے پنجرے میں بند ہوں " -

زیارت کے متعلق ان کا یہ بیان بالکل بجا تھا - وہ وہاں اس لئے گئے تھے کہ ایک پرفضا خوشگوار مقام میں رہ کر کھوئی ہوئی صحت کو دوبارہ حاصل کریں لیکن بدقسمتی سے جاتے ہی وہاں بیمار پڑگئے اور کمزور ہوتے چلے گئے - کوئٹہ کے سول سرجن کی زبانی معلوم ہوا کہ میرے کوئٹہ پہنچنے سے پہلے ان کی حالت بہت نازک ہوگئی تھی اور اسی لئے مس جناح کو مجھے لاہور سے بلوانے کا مشورہ دیا گیا تھا-

ہم جب ان کے ہاں سے رخصت ہونے لگے تو مسکراتے ہوئے فرمایا ، " جاؤ خوشیاں مناؤ ، خدا تمہیں یہ جشن مبارک کرے ! "

ہمارے لئے یہ دن واقعی خوشی کا دن تھا ۔ اس سے پہلے زندگی میں خوشی کے کئی ایک لمحات آئے تھے لیکن ۱۴ اگست کی صبح کو جو مسرت نصیب ہوئی وہ کبھی حاصل نہ ہوئی ۔

زیارت میں میری اور ڈاکٹر شاہ کی حالت عجیب تھی ۔ کئی راتیں اور دن تشویشناک عالم میں گذارے تھے ۔ باوجود اس کے کہ قائد اعظم کا بخار اتر چکا تھا اور وہ روبصحت تھے ہمیں ہر لحظہ خطرہ محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ کے دہانے پر بیٹھا ہو ۔ خیال کیجئے ایک بوڑھا بہتر سالہ ناتوان مریض ، پھیپھڑوں کی بیماری ، خون کا دباؤ کم ، لاغری اور نقاہت ، زیارت کا مقام ساڑھے آٹھ ہزار فٹ کی بلندی پر ، اور پھر مریض بھی وہ مریض جو آقائے مملکت اور بابائے ملت ہو ۔ کتنا نازک مرحلہ تھا ! کتنی بڑی ذمہ داری تھی !

کوئٹہ میں یوم آزادی بڑے طمطراق سے منایا گیا ۔ جی چاہتا تھا کہ الگ تھلگ پڑا رہوں اس لئے دن بھر گھر پر گذارا ۔ سہ پہر کے بعد چلتان ہوٹل میں اپنے پرانے دوست کرنل اے ۔ بی ۔ ایف شاہ سے ملنے گیا جو سرحدی علاقوں اور ریاستوں کی وزرات کے سکریٹری ہیں تاکہ ان سے قائداعظم کی بحالی صحت کا ذکر کروں ۔ روبصحت ہونے کی وجہ میرے نزدیک کوئٹہ کی کم بلندی تھی ۔ تاہم میں اور ڈاکٹرشاہ دونوں اس بارے میں متفق تھے کہ چند ہفتوں تک غالباً صحت مندی کی رفتار رک جائے گی اور ممکن ہے کہ ہمیں اور بھی نیچے کراچی جانا پڑے ۔

۱۶ اگست کو ایکس رے لیا گیا اور خون کا معائنہ ہوا۔ ایکس رے کا نتیجہ تسلی بخش تھا۔ ایکس ریز کی تصویر سے پتہ چلتا تھا کہ اب حالت بہتر ہے۔ خون کے سرخ ذرات بیس فیصدی بڑھ چکے تھے اور سفید ذرات کی مقدار گھٹ کر اصل حالت پر آ گئی تھی۔ خون کا غلیظ مواد ۵۰ فی صدی کم ہو گیا۔ شام کے وقت جب ہم نے قائد اعظم کو بتایا کہ ایکس ریز کی تصویر سے پتہ چلتا ہے کہ پھیپھڑے کی حالت چالیس فیصدی پہلے سے بہتر ہے تو انہوں نے دریافت کیا کہ کہ سو فی صد بہتر ہونے تک کتنا عرصہ لگے گا۔ اس سوال سے ہم کچھ گھبرا سے گئے کیوں کہ ہمیں معلوم تھا کہ ان کا مکمل طور پر تندرست ہونا ممکن نہیں۔ اگر حالات موافق ہوئے تو ان کی بیماری کو دو تین سال تک بڑھنے سے روکا جاسکتا ہے، لیکن ہمیں یقین تھا کہ وہ سفر کر کے سرد مقامات پر جانے کے قابل نہ ہوسکیں گے اور دائم المریض ہو کر رہ جائیں گے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ بعض ضروری تقریبوں میں شریک ہو سکیں لیکن بیشتر وقت وہ صاحب فراش ہی رہیں گے۔ اصل صورت تو یہ تھی مگر ان کا حوصلہ بڑھانے کے لئے ہم نے انہیں بتایا کہ اگر آپ کی حالت میں اسی طرح سے اصلاح ہوتی رہی تو بہت ممکن ہے کہ آپ چند ہفتوں میں مکمل طور پر صحتیاب ہوجائیں۔ ان کا رو بصحت ہونا بھی معجزے سے کم نہ تھا اور زندگی میں معجزے کبھی کبھی ہو ہی جایا کرتے ہیں۔

جب میں نے پہلی بار قائد اعظم کا معائنہ کیا تو باوجود اس کے کہ وہ بہت کمزور تھے اور زیادہ کام نہیں کر سکتے تھے ان کے سونے کے کمرے میں فائلوں کا

ایک انبار لگا ہوا تھا ۔ ان کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد میں نے انہیں دماغی کام چھوڑنے کا مشورہ دیا لیکن یہ دیکھ کر کہ دس دن سے انہیں بخار نہیں ھے ، غذا باقاعدہ ھضم ھورھی ھے اور طاقت بحال ھورھی ھے ، ھم نے سوچا کہ ایسے شخص کے لئے جس کا دماغ اتنی تیزی سے چلتا ھو مصروف رھنا بے حد ضروری ھے تاکہ اپنی بیماری کے متعلق سوچنے کی مہلت نہ ملے ۔ ان کی ساری زندگی سخت مصروفیتوں میں گذری تھی ، اس لئے ان کے دماغ کو معطل رکھنا ان کے لئے بجائے مفید ھونے کے سخت مضر تھا ۔ چنانچہ میں نے چند اخبارات کا انتظام کردیا اور اس بات کا اھتمام کیا کہ ان کے پاس صرف وھی معاملات جائیں جن کا ان تک پہنچنا ناگزیر ھو ، ساتھ ھی وہ معاملات ھرگز نہ پہنچنے پائیں جو ان کی پریشانی کا موجب بنیں ۔

جب وہ زیارت میں تھے تو ھم نے انہیں اجازت دے رکھی تھی کہ وہ کمرے کی افسردہ کردینے والی فضا سے بچنے کے لئے باھر برآمدے میں بستر بچھوا لیا کریں ۔ برآمدے میں نکلنے سے ان کی خاصی تفریح ھو جاتی تھی اور وہ دوپہر کا اکثر حصہ وھیں گذارتے ۔ جب وہ کوئٹہ پہنچے تو اس قابل ھوگئے تھے کہ بغیر تکان کے گھنٹہ بھر روز کام کر سکیں ۔ ھمیں اس بات سے خوشی ھوتی کہ ھم نے انہیں کام کرنے سے پورے طور پر منع نہیں کیا تھا ۔ ملاقاتیوں کو ملنے کی اجازت نہ تھی لیکن خاص خاص موقعوں پر خاص خاص حضرات مثلاً مسٹر اصفہانی ، مسٹر لیاقت علی خان اور مسٹر غضنفر علی خان کو اجازت تھی کہ قائد اعظم سے تھوڑی دیر کے لئے ملاقات کرسکیں ۔ مسٹر محمد علی انہیں دو مرتبہ

ملے ۔ اگست کے تیسرے ھفتے میں دوسری ملاقات کے موقعہ پر مسٹر محمد علی نے مجھے بتایا کہ قائد اعظم کی حالت میں نمایاں اصلاح نظر آتی ھے ۔ وہ جب زیارت میں تھے تو وہ ایک فقرہ بھی بولتے تو ان کا سانس پھول جاتا اور بڑے نحیف دکھائی دیتے لیکن اب وہ بے تکان گفتگو کرسکتے تھے اور اب چہرے پر بھی پہلے کی نسبت کچھ تازگی تھی ۔ دماغی طور پر پہلے کی طرح مستعد نظر آتے تھے ۔ روزانہ دیکھ کر شاید ان کی صحت کی خوشگوار تبدیلی اتنی زیادہ نظر نہ آتی ھو ۔ چند دن بعد مسٹر غلام محمد قائد اعظم سے ملے ۔ انہوں نے بھی یہی کہا کہ قائد اعظم کی صحت کے متعلق جو خبریں سننے میں آتی ھیں ان کی حالت ان سے بدرجہا بہتر ھے ۔ کوئٹہ سے واپس آنے کے بعد وزیر مالیات نے جو پرامید تقریر ریڈیو پر نشر کی اس میں کوئی مبالغہ نہ تھا ، کیونکہ جب وہ قائد اعظم سے ملے تو ان کی صحت بہت اچھی تھی۔ اگست کے تیسرے ھفتے کے آخر میں وہ کافی خوراک ھضم کرلیتے تھے ۔ خانساماں ان کے لئے نئی نئی چیزیں تیار کرتا تھا اور وہ رغبت سے کھا لیتے تھے ۔ سپاغتی انہیں بہت مرغوب تھی اور پھلوں میں آلو بخارا اور انگور پسند کرتے تھے جو وہ ناشتے کے بعد کھاتے تھے ۔ ایک دن محترمہ فاطمہ جناح نے فرمایا کہ قائد اعظم نے سوجی کے حلوے کے متعلق پوچھا ھے ۔ مجھے کچھ تامل تھا ، لیکن چوں کہ قائد اعظم حلوہ بہت پسند کرتے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح نے یقین دلایا کہ حلوہ بہت ھلکا ھوگا اور تھوڑا سا خالص مکھن ڈال کر تیار کیا جا ئیگا میں نے کہا کہ تھوڑا سا حلوہ کھالینے میں کوئی ھرج نہ ھوگا ۔ انہوں نے پھر مجھے یہ بتایا کہ ان کے بھائی پوریوں سے حلوہ کھانا چاھتے ھیں ۔

اور اس کے لئے اجازت طلب کرتے ھیں - میں نے ان سے کہا کہ پوریاں ان کے لئے بھاری غذا ھے اور پہلے پہل انہیں حلوہ ھی کھانا چاھئے - بعد میں جب میں قائد اعظم سے ملا تو میں نے انہیں بھی یہی مشورہ دیا لیکن انہوں نے کہا کہ جن پوریوں کا میں ذکر کرتا ھوں وہ اور طرح کی ھوتی ھیں ، عام بازاری پوریوں جیسی نہیں - پھر وہ سمجھانے لگے کہ یہ پوریاں تیار کیوں کر کی جاتی ھیں - اس سے میں نے اندازہ کیا کہ قائد اعظم پوریوں سے کتنی رغبت رکھتے ھیں ، اور اجازت دیتے دیتے رہ گیا - میں سمجھا کہ انہوں نے میرا مشورہ مان لیا - حلوہ کے متعلق یہ سن کر کہ بیگم اے - آر - خان خاص احتیاط سے تیار کریں گی تو مجھے قدرے اطمینان ھوا - شام کے وقت جب ھم ریذیڈنسی پہنچے تو مس جناح نے ھمیں بتایا کہ قائد اعظم نے حلوہ بڑی رغبت سے کھایا - میں نے پوچھا ، ” کیا ساتھ پوریاں بھی کھائیں تھیں “ ؟ جواب میں وہ مسکرادیں - جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان سے رھا نہیں گیا - میں نے دل میں کہا کہ کھا ھی لی ھیں تو خدا کرے ھضم ھوجائیں -

جب ھم ان کے کمرے میں داخل ھوئے تو قائد اعظم نے مسکرا کر ھمارے سلام کا جواب دیا اور معمول سے زیادہ خوش نظر آئے - میں نے پوچھا ، ” فرمائیے حلوا کیسا رھا “ - انہوں نے جواب دیا ، ” خوب رغبت سے کھایا “ - پوریوں کے ذکر پر وہ مسکرائے اور کہنے لگے ، ” ایک آدھ پوری بھی کھائی اور وہ گراں نہیں گذری اور امید ھے کہ معمول کے مطابق رات کا کھانا بھی کھاؤں گا “ - میں نے حلوہ اور پوری ھضم کرلینے پر ان کے معدہ کے متعلق اطمینان کا

اظہار کیا اور اصل بیماری کے متعلق ان سے جو اختلاف ہوا تھا اس کا تذکرہ کیا ۔ وہ اپنی تمام تکلیفوں کا موجب معدہ کو سمجھتے تھے لیکن میں پھیپھڑوں کو ان کا باعث قرار دیتا تھا ۔ ان کے معدے کے ٹھیک طور پر کام کرنے سے ظاہر ہوا کہ میری تشخیص درست تھی ۔ خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کی اشتہا اور ہاضمے کی قوت برقرار رہی کیوں کہ ایسی بیماری میں اصلاح کا تمام تر دار و مدار غذا پر ہے ۔

۲۳ اگست کو جب بخار اترے ہوئے تین ہفتے گذر چکے تھے ، ہم نے محسوس کیا کہ اب قائد اعظم کو رفتہ رفتہ اٹھنے کی بھی کوشش کرنی چاہیے ۔ ہمارے تجربے میں یہ بات آئی ہے کہ ساٹھ برس سے اوپر کے بیماروں کو بخار اترنے کے بعد بھی اگر بستر میں رکھا جائے تو ان کی صحت بہتر ہونے کی بجائے خراب ہوتی چلی جاتی ہے ۔ دوران خون کمزور ہو جاتا ہے ، رگ اور پٹھے سست پڑ جاتے ہیں ۔ ہاضمے کی قوت اور انتڑیوں کی حالت مریض کے چلنے پھرنے ہی سے بہتر ہو سکتی ہے لہذا شروع میں ہم نے قائد اعظم کو چند قدم چلنے کا مشورہ دیا ۔ ہمارا خیال تھا کہ اگر وہ زیادہ تکان محسوس نہ کریں تو اسے جاری رکھا جائے لیکن اگر الٹا اثر دیکھیں تو روک دیں ۔

قائد اعظم نے تجربے کے لئے اگلی صبح آٹھ بجے کا وقت دیا ۔ اس تمام رات میں پلک تک نہ جھپکا سکا کیوں کہ میرے چھوٹے لڑکے کی طبیعت اچھی نہ تھی ۔ اس لئے ذرا دیر سے پہنچا ۔ میرا خیال تھا کہ قائد اعظم اس معمولی تاخیر کو محسوس نہ فرمائیں گے کیوں کہ اکثر جب ان سے ملنے کے لئے

جایا کرتے تو اکثر ہمیں کچھ انتظار کرنا پڑتا ۔ یوں بھی ہماری پابندیٔ وقت یا تاخیر کے متعلق انہوں نے کبھی کچھ نہ کہا تھا ۔ لیکن اس روز میں نے حسب معمول ان کا معائنہ کر چکنے کے بعد جب پوچھا ، " اب اٹھ کر چہل قدمی فرمائیے گا" ، تو کہنے لگے ، " میں نے تو آپ کو آٹھ بجے آنے کے لئے کہا تھا ۔ میں اپنے معالجوں سے پابندیٔ وقت کی توقع رکھتا ہوں " ۔ سرزنش کے اس اچانک حملے سے سنبھلنے کے بعد میں نے معذرت پیش کی اور دیر سے آنے کی وجہ بھی بیان کی ۔ ساتھ ہی یہ بھی عرض کیا کہ میں سمجھتا ہوں میری تاخیر پر آپ کی برہمی ایک اچھی علامت ہے ۔ آپ کے معمولی رد عمل کا عود کر آنا ظاہر کرتا ہے کہ آپ کی صحت بہتر ہو رہی ہے ۔ اس پر وہ مسکرا دئیے اور کچھ نہ کہا ۔ میں نے آئندہ پابندیٔ وقت کا وعدہ کیا اور پوچھا کہ صبح اور شام آپ کے لئے کون سے اوقات مناسب رہیں گے ۔ فرمایا " صبح آٹھ بجے اور شام کو ساڑھے سات بجے " ۔ چناں چہ اس وقت چہل قدمی ملتوی کردی گئی۔ خواب گاہ کے باہر ہمیں مس فاطمہ جناح ملیں ۔ جب انہیں سارا ماجرہ بتایا گیا تو انہوں نے کہا ، "میرے بھائی کی نظر میں پابندیٔ وقت کی بڑی اہمیت ہے اور وہ خود ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے ہیں" ۔

یہاں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں اس بات کا خاص خیال تھا کہ قائد اعظم کو اٹھانے میں جلدی سے کام نہ لیا جائے ۔ ایک ہفتے سے وہ بلا سہارے بستر پر سے اٹھ کر کسی قسم کی تکان محسوس کئے بغیر بیٹھ جاتے اور پلنگ کی پٹی پر بیٹھ کر میز سامنے رکھ کر کھانا بھی کھا لیتے

تھے ۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا کہ ان کی حالت زیارت کے قیام کے دنوں سے بہتر تھی ۔ ان دنوں وہ سہارے کے بغیر سر اٹھانے کی بھی سکت نہیں رکھتے تھے ۔ دوچار دفعہ ایسا بھی ہوا کہ گھنٹہ بھر کے لئے آرام کرسی پر بیٹھے رہے لیکن کرسی پر بیٹھکر کھانا پسند نہ کرتے تھے کیوں کہ کرسی بہت نیچی تھی ۔

اس شام معمولی معائنے کے بعد میں نے لیٹنے کی حالت میں ان کی نبض دیکھی، ۷۲ فی منٹ کی رفتار تھی ۔ تھوڑے سے سہارے کے ساتھ وہ اٹھے اور آرام کرسی تک چھ قدم چلے۔ ڈاکٹر شاہ آپ کے دائیں طرف تھے اور میں بائیں جانب ۔ ہم دونوں نے انہیں بازوؤں سے تھام رکھا تھا ۔ کرسی کے پاس پہنچ کر وہ بیٹھ گئے اور میں نے ان کی نبض پھر دیکھی۔ رفتار بڑھ کر نوے فی منٹ ہوگئی تھی لیکن ایک ھی منٹ کے وقفے پر وہ معمول پر آ گئی ۔ اس ذرا سی تکان کے باعث وہ چند منٹ تک ھانپتے رہے ۔ ہم نے مشورہ دیا کہ آپ کھانے کے وقت تک یہیں تشریف رکھیں ۔ رخصت ھونے سے پیشتر میں نے انہیں یاد دلایا کہ ۲۴ جولائی کی شام کو زیارت میں آپ کو میں نے بڑی جسارت سے کام لیکر ایک ھی مہینہ میں کھڑا کر دینے کا دعوی کیا تھا ۔ شکر ھے کہ خدا کے فضل و کرم سے وہ دعویٰ آج سچا ثابت ھوا ۔

دوسرے دن ۲۵ اگست کو جب ھم نے ان سے ملاقات کی تو پوچھا کہ کل کی تکان کا آپ پر کوئی برا اثر تو نہیں پڑا، تو فرمایا ، ”نہیں مجھے کوئی تکلیف نہیں ھوئی ۔ میں تو رات بھر آرام سے سوتا رہا “۔ اس روز ان کی حرارت اور نبض

معمول کے مطابق تھی - کھانسی کا دورہ بھی نہیں پڑا تھا اور بلغم بھی نہیں آیا تھا - یہ دیکھ کر ہمیں بہت حیرت ہوئی کہ پاؤں کی سوجن کسی قدر کم ہوگئی تھی ، چنانچہ ہم نے ورزش کو جاری رکھنے کا فیصلہ کیا اور انہیں آٹھ قدم چلایا دل کی دھڑکن ٹھیک تھی لیکن سانس کا پھولنا ویسا ہی تھا - اگلے روز آپ دس قدم اور اس سے اگلے دن بارہ قدم چل پائے لیکن ھانپنا برابر جاری رہا ، اس لئے ہم نے ورزش کو ملتوی کردیا - چار دن تک سانس کا پھولنا جاری رہا ، اس لئے ہم واقعی مایوس ہو گئے تھے کیوں کہ یہ اس بات کا صاف ثبوت تھا کہ پھیپھڑوں کے ریشوں میں کمی واقع ہوگئی ہے ، لیکن امید تھی کہ جب آپ کوئٹہ سے اتر کر نشیب میں جائیں گے تو یہ تکلیف کافی حد تک دور ہوجائیگی - کیوں کہ کراچی میں کوئٹہ کی نسبت آکسیجن کا دباؤ زیادہ ہوگا - لہذا ہم نے مشورہ دیا کہ چہل قدمی کی ورزش کو جو آپ کی عام صحت کے لئے مفید ہے جاری رکھنے کے لئے آپ کا جلد از جلد کراچی جانا بہتر ہوگا -

یہ سن کر آپ نے فرمایا ، ”جلدی نہ کیجئے - مجھے یہاں سے یوں نہ دھکیلیئے - میرا بھی جی چاھتا ہے آٹھ کر چلوں پھروں لیکن کیا کروں مجھے ابھی تک کمزوری محسوس ہوتی ہے - آپ یہ نہ سمجھئے کہ میں بستر سے نکلنے کا مشتاق نہیں - اس لئے آپ مجھ پر وہ علاج نہ آزمائیے جو ایک معالج نے ایک بوڑھی عورت پر آزمایا تھا - یہ عورت کئی ماہ سے بستر پر پڑی ایڑیاں رگڑتی تھی - جب وہ کسی قدر سنبھلی تو ڈاکٹر نے اسے اٹھ کر چلنے پھرنے کا مشورہ دیا - وہ بولی میں ابھی اس قابل نہیں - ایک ھفتہ کے بعد ڈاکٹر نے

پھر یہی رائے دی ۔ وہ پھر بھی نہ مانی اور برابر تامل کرتی رہی ۔ آخر ہار کر وہ ڈاکٹر چلا گیا اور ایک دوسرے معالج کا علاج شروع ہوا ۔ اس نے سر سے لے کر پاؤں تک بڑھیا کا معائنہ کیا اور کہا کہ آپ کو واقعی اب کوئی تکلیف لاحق نہیں، بہتر ہے کہ آپ بستر سے نکل آئیں۔ بڑھیا تھی ضدی ، ڈاکٹر کے مشورے کو خاطر میں نہ لائی اور برابر بستر ھی میں گھسی رھی ،، ۔ پھر قائد اعظم نے کچھ سیکنڈ کے لئے مجھ پر ایک پرمعنی نظر ڈالی اور فرمایا ، ” پھر ایک تیسرا ڈاکٹر بلایا گیا ، جو آپ ھی کی طرح جلد باز تھا ۔ اس نے کیا کیا کہ ایک روز چپکے سے بڑھیا کے بستر کو آگ لگا دی چنانچہ بڑھیا بوکھلا کر چارپائی پر سے اچھلی اور تیزی سے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی ،، ۔ اس پر قائد اعظم مسکرائے اور کہنے لگے ، ” آپ بھی میرے ساتھ یہی سلوک نہ کیجئے گا ،، ۔ هم قائد اعظم کی اس بات پر خوب ھنستے رہے ۔

پہلی مرتبہ ھم نے قائد اعظم کا وزن کرایا تو حیران رہ گئے ، وہ صرف ۸۰ پاؤنڈ تھے ۔ یہ اس وقت کا وزن ھے جب مسلسل چار ھفتے تک ان کا ٹمپریچر نارمل رہ چکا تھا اور وہ اچھی خاصی مقدار میں خوراک کھا رہے تھے ۔ بالکل پہلے پہلے جب میں نے ان کا معائنہ کیا تھا تو انہیں تول نہ سکے تھے ، کیوں کہ اس وقت وہ کمزوری کے مارے وزن تولنے کی مشین پر کھڑے نہیں ھو سکتے تھے ۔ میرا اندازہ تھا کہ گذشتہ چار ھفتوں میں وزن آٹھ دس پاؤنڈ تو ضرور بڑھا ھوگا ۔ میرے نزدیک علاج شروع کراتے وقت ان کا وزن کسی حالت میں ۷۰ پاؤنڈ سے زیادہ نہ ھوگا ۔ خود انہوں نے مجھے بتایا

کہ صحت کی حالت میں بھی ان کا وزن ۸ سٹون سے کچھ ہی کم ہوتا تھا ۔

ایک روز پوچھنے لگے ، ”میں سگرٹ پی سکتا ہوں“؟ زیارت میں بھی انہوں نے ایک بار سگرٹ پینے کی کوشش کی تھی لیکن بدمزہ معلوم ہوا اور پھینک دیا ۔ اس کے بعد اب تک انہوں نے سگرٹ نہیں پیا ۔ آپ کو سگرٹ کی بہت طلب ہوتی ۔ ایک بار فرمایا ، ”آپ نہیں جانتے کہ سگرٹ کو انگلیوں میں پکڑنے اور دھواں اندر کھینچے بغیر کش لگانے سے مجھے کتنی فرحت ہوتی ہے“ ۔ میں نے عرض کیا کہ اگر یہ آپ کو کھانسنے پر مجبور نہ کرے تو سگرٹ پینے میں کوئی مضائقہ نہیں اور شروع میں ایک سگرٹ پینے کی اجازت دے دی ۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہ کیا ۔ چناںچہ قائداعظم نے اسٹیٹ ایکسپریس ۵۵۵ کے ایک ڈبے سے سگرٹ نکالا ۔ میں نے اسے سلگوایا ۔ یہ دیکھ کر ہمارا جی بہت خوش ہوا کہ وہ واقعی اس کا لطف اٹھا رہے ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ یہ صحت کی علامت ہے کیوں کہ سگرٹ کا عادی مریض جب تندرست ہونے لگتا ہے تو اسے سب سے پہلے سگرٹ ہی کی طلب ہوتی ہے اور اسے پی کر بہت ہی لطف اٹھاتا ہے ۔ ہم انہیں اسی لطف کے عالم میں تنہا چھوڑ کر چلے آئے ۔

اگلی صبح انہیں دیکھنے گئے تو راکھ دان میں پڑے ہوئے سگرٹوں کے چار ٹکڑے نظر آئے ۔ میں نے ڈاکٹر شاہ کو اشارہ کیا کہ مقررہ تعداد سے تجاوز ہو گیا ۔ چاہا کہ قائداعظم کو نرمی سے سمجھا دوں لیکن کوئی مناسب طریقہ

ذهن میں نہ آیا ۔ آخر راکھدان پر نظر ڈال کر کہا ، ,, معلوم ہوتا ہے آپ نے سگرٹوں کا خوب لطف اٹھایا ،، ۔ وہ میرے اشارے کو پا گئے اور بولے ، ,, جی ہاں ، آپ ہی نے تو کہا تھا کہ دھواں اندر نہ کھینچا جائے تو سگرٹ میرے لئے بالکل بے ضرر ہیں ،، ۔ اس جواب سے ٹپکتا تھا کہ ان کے ذہن کی پرانی خصوصیتیں عود کر آئی ہیں ۔ صحت کی اس مزید نشانی سے ہماری امیدیں اور بڑھ گئیں ۔ سگرٹوں کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ میں کریون اے پسند کرتا ہوں لیکن وہ یہاں کوئٹہ میں دستیاب نہیں ہوتے ۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ میں خود تو اسٹیٹ ایکسپریس ۵۵۵ کو ترجیح دیتا ہوں لیکن اتفاق سے میرے پا س آپ کے مرغوب سگرٹوں کے بھی کچھ ڈبے موجود ہیں ۔ انہیں میں اس وقت پیتا ہوں جب میرے پسندیدہ سگرٹ نہیں ملتے ۔ اجازت ہو تو بھجوادوں ۔ اس خیال سے کہ کہیں سگرٹ نوشی میں زیادتی نہ ہوجائے ، میں نے شروع میں ایک ہی ڈبہ ان کی خدمت میں ارسال کیا ۔

شام کو جب میں نے ان سے پوچھا ، ,,سگرٹ تازہ تو تھے،،؟ فرمایا ، ,, ہاں ٹھیک ہیں ،، ۔ لیکن اگلی صبح جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سگرٹوں کی بدمزگی کی شکایت کی اور فرمایا ، ,, کیا لاہور سے تازہ ڈبے منگائے جاسکتے ہیں ،، ؟ میں حیران ہوا کہ رات بھر میں یہ سگرٹ بدمزہ کیسے ہوگئے لیکن فوراً ہی خیال آیا کہ دراصل قائد اعظم میرا احسان لینے سے بچنا چاہتے ہیں ۔ یہ ان کی ایک نمایاں خصوصیت تھی کہ وہ کوئی چیز بلا قیمت کبھی قبول نہ فرماتے ۔ مجھے یاد ہے کہ ۶ اگست کو میں لاہور سے واپس

لوٹا تو بیگم محمد اکبر خان نے ان کے لئے کچھ انگور میرے ہاتھ بھیجے ۔ انہیں بہت پسند آئے اور پوچھا ایسے اچھے انگور آپ کو کہاں سے مل گئے ۔ میں نے عرض کیا ، بیگم محمد اکبر خان نے بھیجے ہیں ، آپ فرمائیں تو وہ ہر روز ایسے اچھے انگور بھجوا سکتی ہیں ۔ قائد اعظم نے بیگم صاحبہ کی عنایت کا شکریہ ادا کیا اور انگور منگوانے سے انکار کردیا ۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ مجھے یاد آرہا ہے ۔ ایک بار میں جنرل محمد اکبر خاں کے ساتھ ایک باغیچے میں گیا ۔ وہاں مجھے سبز گلابوں کی ایک قسم دکھائی گئی جو پہلے کبھی میری نظر سے نہ گذری تھی ۔ جنرل صاحب نے چند پھول توڑے اور قائد اعظم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے مجھے دئے اور کہا کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو میں ایسے ہی پھول روز بھیج دیا کروں ۔ قائد اعظم نے شکریہ کے ساتھ پھولوں کا یہ تحفہ قبول کرلیا اور فرمایا ، ” میں جنرل کو پھول بھیجنے کی مزید تکلیف نہیں دینا چاہتا “ ۔

۲۶ اگست کو میں نے ایک بار پھر آپ کو کراچی چلنے کا مشورہ دیا اور عرض کیا کہ وہاں آپ کی صحت زیادہ تیزی سے بہتر ہوسکے گی ۔ قائد اعظم نے کسی قدر برهمی سے پوچھا ، ” لیکن آپ کراچی لے جانے پر اس قدر مصر کیوں ہیں “ ۔ میں نے عرض کیا ، ” میں اصرار نہیں کرتا لیکن یہ واقعہ ہے کہ مجھے آپ کے متعلق تشویش ہو رہی ہے ۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ ایک ہی ماہ کے اندر اندر اٹھ کھڑے ہوں لیکن کوئٹہ میں یہ ہوتا نظر نہیں آتا ، کیوں کہ کوئٹہ کی بلندی آپ کے لئے مضر ہے اور آپ یہاں ذرا سی تکان پر ہانپنے لگتے ہیں ۔ کراچی میں یہ خوبی ہے کہ وہاں کا

موسم اس زمانے میں خاصا خنک ہوتا ہے ۔ دوسرے ، کراچی سطح سمندر پر واقع ہے ،، ۔ لیکن قائداعظم کراچی جانا نہیں چاہتے تھے ، اس لئے انہوں نے سبی کا مقام تجویز کیا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر میں نے اس جگہ پر اعتراض کیا ۔ ایک تو اگست اور ستمبر میں وہاں گرمی زیادہ ہو جاتی ہے اور جگہ بھی بہت دور افتادہ ہے ۔ قائد اعظم نے سبی کا ٹمپریچر پوچھا ۔ میں نہ بتا سکا تو کہنے لگے ، ''میری تجویز کو رد کرنے سے پہلے وہاں کی آب و ہوا کے متعلق اطمینان کرلیجئے ،، ۔ میں نے مسٹر اے ۔ آر ۔ خان کمشنر اور جنرل محمد اکبر خان سے دریافت کیا ۔ دونوں نے یہی کہا ، ''ان دنوں وہاں بڑی گرمی ہے اور جھکڑ چلتے ہیں ،، ۔ میں نے یہ سب حالات مس جناح کو بتائے اور ان سے درخواست کی کہ آپ قائد اعظم کو کراچی چلنے پر آمادہ کریں ۔ مس جناح کہنے لگیں کہ بھائی بیماری کی حالت میں گورنر جنرل ہاؤس میں نہیں جانا چاہتے ، ساتھ ہی انہوں نے ملیر کا مقام تجویز کیا ۔ اس کا موسم مقابلتاً خشک ہے اور کراچی کی نسبت زیادہ پرسکون جگہ ہے ۔ ہم نے اس تجویز کو مان لیا لیکن اب مس جناح نے ایک اور دشواری بیان کی ۔ وہ یہ کہ ملیر میں ایک ہی موزوں مکان تھا اور وہ نواب بہاولپور کی ملکیت تھا اور ان دنوں اس میں ولی عہد مقیم تھے ۔ میں نے مس جناح کو کہا کہ اگر قائد اعظم کراچی چلنے کا فیصلہ فرمائیں تو جنرل محمد اکبر خان سے کہکر بہاولپور ہاؤس میں رہائش کا انتظام کیا جاسکتا ہے ۔ اس گفتگو کے بعد ہم قائد اعظم کے پاس آئے ۔ میں نے انہیں سبی کی ناموزونیت ظاہر کی ۔ چناںچہ انہوں نے سبی جانیکی خواہش ترک کردی اور مجھ سے فرمایا ، '' تو پھر آپ مجھے کہاں

لے جانا چاہتے ہیں ،، ۔ میں نے پھر کراچی ہی کو تجویز کیا اور دوبارہ وہاں کی خوبیاں بیان کیں ۔ اس پر وہ بولے ، ,, آپ تو مجھے عصا کے سہارے کراچی لے جانا چاہتے ہیں لیکن میں اس وقت تک وہاں نہ جاؤں گا جب تک کار سے لیکر اپنے کمرے تک چل کر جانے کے قابل نہ ہو جاؤں ۔ آپ جانتے ہیں کہ میرے کمرے تک پہنچنے کے لئے برآمدے سے بڑھ کر اے ۔ ڈی ۔ سی اور پھر ملٹری سکریٹری کے کمرے سے گذرنا پڑتا ہے اور میں نہیں چاہتا آپ یہ راستہ مجھے اسٹریچر پر لٹا کر طے کریں ،، ۔

ان کی زبان سے یہ باتیں سن کر میرا دل بھر آیا ۔ اس وقت وہ ایک عجیب انداز میں اپنی بات منوانے کی کامیاب کوشش کررہے تھے ۔ میں آمادہ ہوا ہی چاہتا تھا کہ کوئٹہ کے خطرات کا خیال کر کے سنبھل گیا اور ملیر چلنے کی تجویز پیش کی ۔ قائد اعظم نے خوشی سے اسے قبول کرلیا اور ضروری انتظامات کرنے کے لئے کہا ۔ چنانچہ وہاں سے میں سیدھا جنرل افسر کمانڈنگ کے دفتر میں پہنچا اور جنرل محمد اکبرخان سے ذکر کیا ۔ انہوں نے مکان کا انتظام کرلینے کا وعدہ فرمایا ۔ شام کو جب میں ان سے پھر ملا تو معلوم ہوا کہ ولی عہد تو بہاولپور ہاؤس کو خالی کرنے پر آمادہ ہیں لیکن وہ چاہتے ہیں کہ نواب بہاولپور سے جو ۲۰ ستمبر کو انگلستان سے لوٹ رہے ہیں لندن میں دریافت کر لیا جائے ۔ ۲۸ اگست کی صبح کو جب میں نے قائد اعظم کو سب کوائف سے آگاہ کیا اور ان سے نواب صاحب کو بحری تار دینے کے لئے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا ، ,, آپ نے شاید سنا ہوگا کہ پہلے زمانے میں جب کوئی وکیل ہائیکورٹ کا جج مقرر

ہو جاتا تھا تو وہ کلبوں اور محفلوں میں جانا بند کر دیتا تھا بلکہ بعض اوقات تو مقامی اخبارات پڑھنے سے بھی گریز کرتا تھا کہ کہیں ان سے اس کی غیر جانبداری میں خلل نہ پڑے۔ چناں چہ میں بھی سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے گورنر جنرل کی حیثیت سے میرا ہزھائی‌نس نواب بہاولپور سے کچھ کہنا مناسب نہیں ۔ یہ مجھ سے ہرگز نہ ہوگا،،۔

ہم قائد اعظم کے اس احساس انصاف پسندی ، حسن اخلاق اور بے غرضی سے بہت متاثر ہوئے لیکن اس وقت ہمارے نزدیک سب سے مقدم کام قائد اعظم کو کسی نہ کسی طرح کوئٹہ سے لے چلنا تھا اور ہم نہیں چاہتے تھے کہ ان کی صحت کے راستے میں کوئی رکاوٹ پیدا ہو۔ معاملے کی نزاکت کے پیش نظر میں نے مس جناح کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی طرف سے نواب صاحب کو لکھیں ۔ انہوں نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور مجھے مسٹر امین سے لندن میں نواب صاحب کا پتہ معلوم کرنے کے لئے کہا ۔ امین صاحب کو پتہ خود بھی معلوم نہ تھا اس لئے انہوں نے رائے دی کہ لندن میں پاکستان کے ہائی کمشنر کی معرفت بحری تار روانہ کیا جائے۔ اس لیت و لعل سے فکر مند ہو کر میں نے مس جناح کو فوراً تار دینے کی صلاح دی ۔ مگر شام کو جب ہم قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمیں یہ معلوم کر کے بڑی مایوسی ہوئی کہ ابھی تک تار نہیں بھیجا گیا ۔ میں نے ایک بار پھر مس فاطمہ جناح کو یاد دہانی کرائی اور تقاضا کیا کہ اب اس میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے ۔ اس کے باوجود اگلی صبح پوچھا تو یہ پتہ چلا کہ تار اب بھی روانہ نہیں ہوا۔ الغرض یوں ھی ٹلتے ٹلتے یہ تار ۳۰ اگست کو بھیجا گیا۔ ہمیں توقع تھی کہ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر جواب آجائیگا ۔ لیکن

جواب کے آتے آتے تین دن لگ گئے ۔ اس دوران قائد اعظم کو پھر حرارت ہونے لگی ۔ مجھے اکثر خیال آتا ھے کہ اگر قائد اعظم میری بات مان جاتے اور اگست کے آخر ھی میں کراچی چلنے پر آمادہ ھو جاتے تو شاید وہ زیادہ دیر تک زندہ رہ سکتے ۔ مجھے یقین ھے کہ اگر ھم اپنی بات پر اڑے رھتے تو وہ ضرور مان جاتے لیکن خدشہ یہ تھا کہ ھمارے اصرار سے ان کے ذھن پر برا اثر نہ پڑے ۔ انہوں نے خود بھی ایک بار فرمایا تھا کہ ایک بے دست و پا مریض کی حالت میں کراچی جانے کے خیال سے مجھے وحشت ھوتی ھے ۔ ان باتوں نے ھمیں زیادہ اصرار سے باز رکھا ۔ ھمارا خیال تھا کہ لندن سے جواب آنے تک قائد اعظم کی صحت بدستور روبہ اصلاح رھے گی ۔ اس وقت تک بخار کی ابتدائی علامات ظاھر نہ ھوئی تھیں اور کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یوں یکایک حالت پھر بگڑ جائیگی ۔ ورنہ ھم ان کی رضا و رغبت کا کچھ خیال نہ کرتے اور انہیں فوراً کراچی لے جاتے ۔

۲۸ اگست کو قائد اعظم نے ایک رنگین فلم دیکھی جو ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے لاھور میں باغ جناح میں گارڈن پارٹی کے موقعے پر لی تھی ۔ ڈاکٹر صاحب نے بڑے اھتمام سے یہ مناظر فلمائے تھے اور انگلستان سے تیار کرا کے منگائے تھے ۔ میں فلم ایک بار پہلے بھی دیکھ چکا تھا لیکن اس وقت اسے دیکھ کر میری آنکھوں میں وہ زمانہ پھر گیا جب قائد اعظم صحت مند تھے اور بڑے وقار اور تمکنت کے ساتھ مختلف تقریبوں میں حصہ لیا کرتے تھے ۔ ان کی موجودہ حالت دیکھ کر دل پر چوٹ لگتی تھی اور اس بات کی حسرت ھوتی تھی کہ وہ پھر اسی طرح جلسوں میں شرکت کرنے کے قابل ھوں ۔

۲۸ اگست کو ہمیں خیال ہوا کہ قائد اعظم کی بھوک کم ہو رہی ہے۔ شروع شروع میں ہم سمجھتے رہے کہ اس میں باورچی کا قصور ہے لیکن جب ہنرمند باورچی کے سارے جتنوں کے باوجود بھوک بحال نہ ہوئی تو ہم اس طرف زیادہ متوجہ ہوئے۔ ایک روز میں نے انہیں زیادہ کھانے کی ضرورت کا احساس دلایا تو بولے، "ڈاکٹر میں نے اچھی حالت میں بھی کبھی اتنا نہیں کھایا جتنا آپ کھلانا چاہتے ہیں۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ زیادہ کھانا مفید ہونے کی جگہ مضر ثابت ہوتا ہے"۔ اس پر قائد اعظم کو ایک پرانا واقعہ یاد آگیا۔ فرمانے لگے، "چند سال ہوئے جب میں بمبئی میں تھا ہمارے ہاں ایک یورپین ڈپلومیٹ مدعو تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ کچھ نہیں کھا رہے ہیں۔ سوپ آیا اسے نہ چکھا۔ مچھلی پیش کی گئی اسے نہ چھوا۔ گوشت کا بھنا ہوا ٹکڑا پیش کیا گیا تو بھی دست کش رہے۔ میں بڑا حیران ہوا لیکن خاموش بیٹھا دیکھتا رہا۔ آخر نہ رہا گیا اور مہمان سے کھانے میں یوں تامل کرنے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں کاہو کے سوا کچھ نہیں کھایا کرتا۔ چناںچہ جب سلاد آئی تو آپ نے خوب ہاتھ کھول کر لی اور سیر ہو کر کھائی اور ہمیں بتایا کہ گذشتہ چھ ماہ سے محض کاہو ہی پر گذارہ ہے۔ اب بتائیے ڈاکٹر صاحب، کیا آپ یقین کرسکتے ہیں کہ کوئی شخص اتنے عرصہ تک صرف سلاد کھا کر اپنی صحت برقرار رکھ سکتا ہے"۔ میں نے کہا، "میرا تو خیال نہیں۔ لیکن کیا آپ کو اس پر واقعی یقین ہے"۔ پھر میں نے ایک بڑے زمیندار کا قصہ سنایا۔ اس شخص کا وزن کوئی ۲۰ سٹون سے کم نہ تھا۔ ایک بار وہ میرے پاس موٹاپے کے علاج کے لئے آیا۔ میں

نے پوچھا ، آپ روزانہ کتنی خوراک کھاتے ہیں ؟ بولے، دن میں صرف ایک بار کھاتا ہوں ۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کہ کوئی شخص اتنی احتیاط برتنے پر کیسے اتنا موٹا ہو سکتا ہے ۔ ڈاکٹر شاہ نے اس احتیاط کی حقیقت بیان کی تو عقدہ کھلا ۔ وہ اس زمیندار سے واقف تھے اور بتایا کہ موصوف کی ایک وقت کی خوراک بھنے ہوئے گوشت کے ایک بہت بڑے پارچے اور انواع و اقسام کی شیرینی پر مشتمل ہوتی تھی ۔ قائد اعظم اس پر بہت ہنسے ۔

ہم اس مرض میں تغذیہ کی اہمیت کو بخوبی سمجھتے تھے اس لئے برابر تاکید کرتے رہتے تھے کہ خوراک میں کمی نہ ہونے پائے ۔ ہمیں اس کا احساس تھا کہ بار بار کی تاکید سے قائد اعظم کے بد مزا ہونے کا احتمال ہے ۔ وہ بیچارے ہمارے ان مشوروں پر عمل کرنیکی بہت کوشش کرتے تھے لیکن ساتھ ہی وہ اس بدمزگی کو بھی رفع نہ کر سکتے تھے جو انہیں کھانوں میں محسوس ہوتی تھی ۔ ہم نے ان کی خوراک میں سے بالائی اور دوسرے ثقیل اجزا کو کم کر دیا تھا تاکہ ہاضمہ پر زیادہ بار نہ پڑے لیکن اس کے باوجود بھوک بحال نہ کی جا سکی ۔ وہ دن بھر چپ چاپ بستر پر پڑے رہتے اور جب پوچھا جاتا کہ آپ کیسے ہیں تو بڑی بے دلی سے جواب دیتے ، " ٹھیک ہوں "۔ ہم نے مس جناح سے اس حزن کا راز معلوم کرنا چاہا مگر وہ خود بے خبر تھیں ۔ دو ایک بار ہم نے قائد اعظم کو بھی ٹٹولا مگر ان سے بھی کوئی بصیرت نہ حاصل ہو سکی ۔ جب اضمحلال کا نفسیاتی سبب معلوم نہ ہو سکا تو جسمانی پہلو کی طرف متوجہ ہوئے لیکن معائنہ میں کوئی ایسی بات نہ نکلی جس سے ان

کی ذهنی کیفیت منسوب کی جا سکتی ـ پیشاب کی مقدار میں بتدریج کمی واقع هورهی تهی اور کوئی ناگوار خصوصیت پیدا نہیں هوئی تهی ـ چائے کی چند پیالیوں ، کافی کے ایک پیالے اور گولیوں کے ساتھ کچھ پانی کے علاوہ قائد اعظم تمام دن کوئی مائع شے نوش نہ فرماتے تھے ، اس لئے هم نے دس اور گیارہ بجے دوپہر کے درمیان تازہ لیموں کے ایک گلاس کا اضافہ کردیا ـ پاؤں کی سوجن کو کم کرنے کے خیال سے خوراک میں نمک کم کر دیا ـ اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ پیشاب کی مقدار میں تھوڑا سا اضافہ هو گیا لیکن سوجن قائم رهی اور اس میں کوئی تخفیف نہ هوئی ـ مس جناح کو شبہ تھا کہ قائد اعظم کو رات کے وقت هلکا سا بخار هو جاتا هے ـ لیکن جب هم نے دس بجے کے قریب ٹمپریچر دیکھا تو نارمل پایا ـ اس قسم کی معمولی شکایتیں هوتی رهیں اور هم ان کا انسداد بھی کرتے رهے ـ لیکن ان سے نہ کوئی شدید تکلیف تھی نہ ذهنی حالت پر کوئی خاص ناگوار اثر پڑ سکتا تھا ـ تاهم مایوسی کی کیفیت بدستور طاری رهی ـ

۲۹ اگست کی صبح کو قائد اعظم کا معائنہ کرنے کے بعد میں نے یہ امید ظاهر کی کہ جس ریاست کو آپ وجود میں لائے هیں اسے پوری طرح مستحکم و استوار کرنے کے لئے ابھی دیر تک زندہ رهیں گے ـ میرے وهم و گمان میں بھی نہ آیا تھا کہ میرے جذبات سے وہ اور محزون هوں گے ـ ان کے یہ لفظ اور ان کا افسردہ اور یاس انگیز لہجہ میں کبھی نہیں بھول سکتا ، ” آپ کو معلوم هے کہ جب آپ پہلی بار زیارت پہنچے تو میں زندہ رهنا چاهتا تھا لیکن اب میرا مرنا جینا برابر هے “ ـ

یہ الفاظ زبان سے نکالتے وقت وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائے ۔ ایک ایسے شخص کو آبدیدہ دیکھ کر جسے جذبات سے یکسر عاری اور فولاد کی طرح سخت سمجھا جاتا تھا میں دنگ رہ گیا ۔ اس وقت وہ ہرلحاظ سے رو بصحت تھے ، اس لئے ان کی بیجا پژمردگی سے مجھے اور بھی حیرت ہوئی ۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ ''میں اپنا کام پورا کر چکا ہوں''۔ لیکن اس جواب سے میری الجھن اور بڑھ گئی اور خیال ہوا کہ وہ اصل بات کو پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں - اور جو وجہ انہوں نے بیان کی ہے وہ یوں ہی ٹالنے کے لئے ہے - رہ رہ کر سوچتا تھا کہ کیا آج سے پانچ ہفتے پہلے ان کا کام نامکمل تھا اور اب یکایک پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ۔ میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کو کوئی بات ضرور ہے جس نے ان کی جینے کی آرزو مٹا دی ۔ کمزوری کے عالم میں انہوں نے اپنے اندرونی کرب کی ایک جھلک دکھائی مگر فورا اپنی طبیعت پر قابو پالیا اور یہ گوارا نہ ہوا کہ کوئی ان کے زخم کو کریدے ۔

جب ان کے انتقال کے دو دن بعد اور اس واقعے کے پندرہ دن بعد میں نے مس جناح سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ مجھے پہلے کیوں نہ بتایا ۔ میں نے جواب دیا کہ اس وقت ذکر کرتا تو آپ کو زیادہ صدمہ ہوتا ۔

اس روز میں قائد اعظم سے رخصت ہوا تو دل پر ایک بوجھ سا تھا ۔ ان کے الم ناک الفاظ نے اور جس شدت احساس کے ساتھ وہ کہے گئے تھے مجھے سخت تشویش میں ڈال دیا ۔ میں خوب جانتا تھا کہ ان کی طرح کوئی اور شخص ہوتا جس

میں اتنی زبردست قوت ارادی نہ ہوتی تو کب کا اس موذی مرض کا شکار ہو چکا ہوتا ۔ میرے اس خیال کو بلوچستان میں گورنر جنرل کے ایجنٹ کے بیان سے اور تقویت ہوئی ۔ ایجنٹ صاحب پہلی بار قائد اعظم سے ملے تو اس روز وہ تمام دن مختلف تقریبوں میں منہمک رہنے سے تھک کے چور ہو گئے تھے مگر اپنے فرائض کو سرگرمی سے انجام دئے جا رہے تھے ۔ شام کو انہوں نے خود فرمایا کہ اپنی زندگی کے سارے ہنگاموں سے میں اپنی قوت ارادی ہی کے بل پر عہدہ بر آ ہوتا ہوں ۔ جو نمایاں اصلاح ان کی صحت میں ہوئی تھی وہ سراسر ان کی قوت ارادی اور اپنا کام پورا کرنے کی امنگ ہی کا نتیجہ تھی ۔ میرا تجربہ ہے کہ جب مریض ہمت ہار جائے تو خواہ کیسا ہی مکمل علاج کیوں نہ ہو وہ صحت یاب نہیں ہوسکتا ۔ چناں چہ مجھے بڑی مایوسی ہوئی کہ ایک آہنی عزم رکھنے والے انسان نے آخرکار جی چھوڑ ہی دیا !

اسی روز شام کو قائد اعظم کی باتوں پر غور کرتے کرتے ان کا ایک نیا مفہوم بجلی کی طرح میرے دماغ میں دوڑ گیا ۔ جب آخری آیت اس بشارت کے ساتھ نازل ہوئی کہ ” آج تمہارا مذہب کامل ہو گیا “، تو حضرت ابوبکر صدیق رض کی آنکھوں میں آنسو آگئے ۔ صحابہ رض نے پوچھا کہ آپ مذہب کی تکمیل پر خوش ہونے کے بجائے مغموم کیوں ہو گئے ؟ حضرت ابوبکر صدیق رض نے فرمایا کہ تم لوگوں کی نظر اس آیت کی تہ تک نہیں پہنچی ۔ چوں کہ پیغام مکمل ہو چکا ہے اس لئے پیغمبر ص کا اس دنیا میں رہنا ضروری نہیں رہا ۔ چناں چہ اس عقیدت مند صحابی کا خیال صحیح ثابت ہوا اور ہمارے پیغمبر کچھ ہی دنوں بعد رحلت فرما گئے ۔ قائد اعظم

کا یہ احساس کہ میں اپنا کام سرانجام دے چکا فوری انتقال کا منحوس خیال لے آیا ۔

پہلی ستمبر کو ہم نے پاؤں کی جلد اور ٹانگوں کے نچلے حصہ پر مہین مہین خون کے ہلکے سے نشان دیکھے ۔ چناں‌چہ فیصلہ کیا گیا کہ آپ کو وٹامن پی سے تیار کی ہوئی گولیاں کھلائی جائیں ۔ قائد اعظم گولیاں کھانے سے گھبراتے تھے ۔ ہمیں بالعموم ان کے مزاج کی رعایت ملحوظ تھی لیکن اس وقت یوں مجبور تھے کہ وٹامن پی صرف گولیوں کی صورت ھی میں دستیاب تھا ۔ چناں‌چہ جب ہم قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے دو گولیاں دو بار روزانہ طعام کے بعد کھانے کا مشورہ دیا اور یہ بھی جتا دیا کہ یہ گولیاں بالکل خوراک جیسی ہیں اور بہت مفید رہیں گی ۔ انہوں نے پوچھا کہ جب میں متوازی غذا کی معقول مقدار کھا رہا ہوں تو پھر یہ غذائی گولیاں کیوں دی جا رہی ہیں ۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی خوراک میں جو وٹامن موجود ہیں وہ آپ کی توانائی کے لئے کافی نہیں اس لئے خون بند کرنے کے لئے بھی ان گولیوں کا استعمال ضروری ہے ۔ میں نے سمجھانے کی لاکھ کوشش کی لیکن وہ گولیاں کھانے پر آمادہ نہ ہوئے اور فرمایا ، ”جلدی کی ضرورت نہیں ۔ کچھ روز انتظار کرکے دیکھتا ہوں کہ خون کا نکاس بڑھتا ہے یا نہیں ۔ یوں ھی میں کچھ کم دوائیں استعمال نہیں کر رہا ہوں“ ۔ میں نے دیکھا کہ اب ھار مان لینے کے سوا چارہ نہیں اور کچھ عرصہ انتظار کرنے پر رضامند ھو گیا ۔ قائد اعظم نے مسکرا کر فرمایا ، ”اب کے جیت میری رھی“ ۔

۳ ستمبر کی شام کو ہم قائد اعظم کے پاس پہنچے تو وہ معمول سے زیادہ کمبل لئے ہوئے تھے - صبح کے وقت چند گھنٹوں کے لئے انہیں سردی لگی تھی لیکن بعد میں سردی کا احساس جاتا رہا تھا - ڈاکٹر ریاض علی شاہ نے آپ کا ٹمپریچر لیا اور مجھے بڑی پر معنی نظروں سے دیکھتے ہوئے تھرماسیٹر میری طرف بڑھا دیا - میں نے دیکھا تو ۹۹ درجے ٹمپریچر تھا - قائد اعظم کا ٹمپریچر معمولاً صبح ۹۶ اور شام کو ۹۷٫۵ درجے سے شاذ ہی بڑھتا تھا - پانچ ہفتوں کی تسلی بخش صحت کے بعد حرارت کا یوں یکایک بڑھ جانا بہت تشویشناک تھا - چناں چہ ہم نے بڑی احتیاط سے ان کا معائنہ کیا لیکن پھر بھی بخار کا سبب دریافت نہ کرسکے - یہ خیال کرتے ہوئے کہ شاید یہ حرارت زکام یا کسی اور معمولی شکایت کے باعث ہو ہم نے بخار کا معمولی مکسچر تجویز کیا اور خوراک میں موجودہ حالت کے مطابق رد و بدل کردیا -

اگلے روز ۴ ستمبر کو ٹمپریچر دن بھر نارمل ہی رہا لیکن آٹھ بجے بڑھ کر ۹۸٫۴ درجے ہوگیا - اب میں نے ضروری سمجھا کہ رات کو نرس رکھنے پر زور دوں - انہوں نے مسکرا کر کہا ، " کیا یہ مشورہ مس جناح کے اشارے سے دیا جا رہا ہے " - میں نے کہا کہ تجویز تو مس جناح ہی کی تھی لیکن خود میں بھی آپ کے لئے نرس ضروری سمجھتا ہوں کیوں کہ رات کے وقت نرس کا نہ ہونا تشویش سے خالی نہیں - وہ بڑے صبر سے میری بات سنتے رہے اور جب میں نے بات ختم کی تو فرمایا ، " نرس کے بارے میں مجھے آپ سے اتفاق نہیں - میری حالت اتنی خراب نہیں ہے - آپ یوں ہی فکر کر رہے ہیں " - میں نے یہ کہہ کر

اعتراض رفع کرنا چاہا کہ نرس رات کو آپ کی خواب گاہ میں نہیں رہا کریگی بلکہ ساتھ والے ڈریسنگ روم میں موجود رہے گی تاکہ بشرط ضرورت بلائی جا سکے - لیکن وہ برابر یہ کہکر انکار کرتے رہے کہ اگر ایسی ہی ضرورت محسوس ہوئی تو میں بڑی آسانی سے گھنٹی بجا سکتا ہوں - ایک ملازم رات بھر کمرے کے باہر جاگتا رہتا ہے وہ آجایا کرے گا ،، - یہ سن کر میں چپ ہو رہا - کمرے کے باہر مجھے مس فاطمہ جناح ملیں اور میں نے انہیں اپنی ناکامی کا حال بتایا - ہمیں خدشہ تھا کہ اگر رات کو کچھ ہو ہوا گیا تو ساری دنیا ہمیں ذمہ دار ٹھہرائے گی ، اس لئے ہم چاہتے تھے کہ اپنے خود دار مریض کو کسی طرح رضامند کرلیں - مجھے ایک نہایت عمدہ ترکیب سوجھی - اگلی صبح میں نے سول سرجن سے پوچھا آپ کے پاس کوئی قابل نرس ہے جو رات کی ڈیوٹی ادا کرسکے - اتفاق سے ایک نرس جو نہ صرف محنتی تھی بلکہ ہوشیار بھی تھی ریلوے ہسپتال میں موجود تھی - ہم نے اسے تیار رہنے کو کہا تاکہ جب ریذیڈنسی میں اس کی ضرورت محسوس ہو بلا توقف پہنچ جائے - جب میں قائد اعظم سے ملا تو کھلم کھلا اعلان کردیا کہ ایک نرس کا انتظام کرلیا گیا ہے اور وہ جلد ہی خدمت کے لئے حاضر ہوجائے گی - میں قائد اعظم کو غور سے دیکھتا رہا کہ ان پر اس بات کا کیا اثر ہوتا ہے لیکن انہوں نے بس اتنا ہی کہا ، ”اچھی بات ہے اگر وہ ایسی ہی اچھی ہے جیسی دن کی نرس تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ،، - میں نے اطمینان کا سانس لیا اور یہ دیکھے بغیر کہ دن والی نرس بھی سن رہی ہے کہا ، ”اگر وہ اس سے بہتر نہ ہوئی تو کم از کم اس جیسی ضرور ہوگی ،، - میں نے بڑے فاتحانہ

انداز سے مس جناح کو اپنی کامیابی کا حال سنایا اور فوراً جا کر نرس کو لے آیا ۔

۵ ستمبر کی صبح کو قائد اعظم کا ٹمپریچر پھر نارمل تھا ۔ ڈاکٹر شاہ اور میرے طبی معائنہ سے یہ پتہ نہ چل سکا کہ شام کو حرارت کیوں ہو جاتی ہے ، سوائے اس کے کہ ان کے بلغم میں کسی قدر اضافہ ہو گیا تھا ۔ رات کو انہیں زیادہ کھانسی نہیں آتی تھی اور ان کا خیال تھا کہ بلغم زیادہ تر ناک کے پچھلے حصے اور گلے سے جاری ہے ۔ ان کی ناک بند رہنے کے باعث انہیں یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ وہ ایک قسم کا تیل ناک میں لگاتے رہیں ۔ ہم نے ایک بار پھر ان کے بلغم اور خون وغیرہ کا معائنہ کرنا چاہا ۔ ان کی ایکس رے تصویر صرف بستر علالت پر لی جاسکتی تھی ۔ چناں چہ ہم نے ڈاکٹر عالم کو پھر بلانے کا انتظام کیا جو آلات سمیت لاہور جا چکے تھے ۔ ڈاکٹر غلام محمد نے جو ابھی یہیں تھے معائنہ شروع کیا ۔ شام کے وقت انہوں نے ہمیں اپنے نتائج سے آگاہ کیا جن سے پتہ چلا کہ بلغم میں نمونیہ کے جراثیم اور خون میں سخت متعدی جراثیم موجود ہیں ۔ خون کے معائنہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سرخ ذرات میں پچھلے پندرہ دنوں سے جب ان کے خون کا معائنہ کیا گیا تھا اور اضافہ ہو گیا ہے ۔ اس مختصر عرصے میں خون کی یہ اصلاح بتا رہی تھی کہ اصل بیماری بھی دور ہو رہی ہے کیوں کہ بیماری کے دوران میں نیا خون ذرا دیر سے پیدا ہوتا ہے ، خواہ مقوی دوائیں کیوں نہ دی جائیں ۔ لیکن نمونیہ کے متعدی جراثیم کا ایک ایسے وقت پر ظاہر ہونا جب مریض ہماری توقع کے خلاف اچھا ہو رہا ہو بہت بڑے

صدمہ کی بات تھی۔ اگرچہ آج کل بعض مجرب دواؤں کی ایجاد سے نمونیہ کا علاج بڑا آسان ہوگیا ہے ۔ پھر بھی مریض کی عمر ، اصل بیماری کے مضعف اثرات ، اور اونچے مقام کی مضر آب و ہوا مریض کی صحت یابی کے خلاف تھی ۔ ایک اور مشکل ، بیماری کے متعلق مریض کا اپنا رویہ تھا ۔ زیارت میں ہمارے کہنے سے وہ دو ہفتے تک دن میں دو بار ٹیکے لگواتے رہے لیکن ہمیں ڈر تھا کہ کہیں قائد اعظم تین تین گھنٹے کے وقفے پر نئی دوا کے ٹیکے لگوانے سے انکار نہ کردیں ۔ ایک اور موثر دوا انہیں راس نہ آنے کی وجہ سے نہیں دی جا سکتی تھی ۔ اس کے علاوہ گردوں کی کمزوری کے باعث دوا کی پوری خوراک بھی نہیں دے سکتے تھے ۔ مس جناح کو یہ سب کچھ بتا کر ہم قائد اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔ ان کی عام حالت بدستور تھی لیکن آنکھوں میں چمک تھی اور چہرے پر نکھار تھا ۔ انہیں دیکھ کر جو شبہ دل میں پیدا ہوا تھرمامیٹر کے ذریعے اس کی تصدیق ہوگئی ۔ ان کا ٹمپریچر ۱۰۰ درجے سے کچھ ہی کم نکلا ۔ نبض بھی ٹمپریچر کے لحاظ سے زیادہ تیز چل رہی تھی اور کبھی کبھی ڈوب جاتی تھی ۔ اپنی تمام تحقیقات کے نتائج سے آگاہ کرکے ہم نے کہا کہ نمونیہ کے جراثیم کے باعث آپ کو پھیپھڑوں کی متعدی بیماری ہے ۔ خوش قسمتی سے نئی مجرب دوائیں اس کے لئے تیر بہدف ہیں ۔ قائد اعظم ہماری تشخیص سے چنداں فکر مند نہ تھے اور انہوں نے ہم سے پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے ؟ جب انہیں معلوم ہوا کہ ہم نئی دوا کے ٹیکے لگانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو انہوں نے پہلے پہل یہ کہکر رد کرنا چاہا کہ ایک دن اور انتظار کرکے دیکھ لیا جائے کہ ٹمپریچر کتنا رہتا ہے لیکن ہمارے

اصرار پر آخر ٹیکہ لگوانے پر آمادہ ہو گئے ۔ اس کے بعد ہم دوا لینے سول ہسپتال گئے لیکن وہاں جو قسم درکار تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور ہم عام قسم کی دوا استعمال کرنا نہیں چاہتے تھے جو اس وقت موجود تھی ۔ سول سرجن نے ہمیں بتایا کہ مطلوبہ دوا ہمیں ایک مقامی دوا فروش کی دکان سے مل جائیگی ، لیکن وہاں بھی نہ نکلی ۔ مجبوراً ہم نے فیصلہ کیا کہ دوا کی جو قسم ملتی ہے اسے ہی استعمال کرکے دیکھیں ۔ چناں چہ رات کے ساڑھے دس بجے ڈاکٹر شاہ نے انہیں پہلا ٹیکہ لگایا ۔ ٹیکے سے قائد اعظم کو کافی تکلیف ہوئی لیکن کوئی منٹ بھر میں جاتی رہی ۔ ہم سے ان کی معمولی تکلیف بھی دیکھی نہیں جا سکتی تھی لیکن ٹیکے دیئے بغیر چارہ نہ تھا ۔ خوش قسمتی سے اگلے دن ہمیں دوا کی جو قسم درکار تھی وہ مل گئی اور ہم نے معمولی قسم کا استعمال چھوڑ دیا ۔ نئی دوا سے قائد اعظم کو کوئی تکلیف نہ ہوتی تھی اور وہ بلا تامل ٹیکہ لگوا لیتے تھے ۔

٦ تاریخ کی صبح کو ان کا ٹمپریچر تقریباً نارمل تھا لیکن شام تک پھر بڑھ گیا ۔ قائد اعظم نے اس پر بھی کوئی شکایت نہ کی اور جب کبھی ان سے پوچھا گیا تو یہی کہا کہ حالت میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی ، نہ کھانسی بڑھی تھی نہ بھوک کم ہونے کی کوئی اور علامت نظر آتی تھی ۔

٧ تاریخ کو جب بلغم کا معائنہ کیا گیا تو اس میں نمونیہ کے جراثیم نہیں نکلے اور ہم دعا مانگتے رہے کہ شام تک ٹمپریچر نہ بڑھنے پائے لیکن بارہ بجے کے قریب ایک اور پیچیدگی پیدا ہو گئی ۔ انہیں تھوڑا تھوڑا پیشاب بار بار آنے

لگا ۔ جسم میں کپکپی سی محسوس ہوتی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ ٹمپریچر بھی بڑھ گیا ۔ تنفس کی تکلیف نے انہیں اتنا پریشان کیا کہ ساری کھڑکیاں کھلوا دیں اور میز کا پنکھا منگوا لیا ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی نے مجھے ٹیلیفون کیا اور میں ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو ساتھ لیکر ریذیڈنسی پہنچا ۔ ہم نے قائد اعظم کا معائنہ کیا اور پھر آکسیجن دینی شروع کی جو کہ میں نے احتیاطاً ریذیڈنسی میں رکھ چھوڑی تھی ۔ آکسیجن سے تنفس کو فائدہ ہوا اور بے چینی میں بھی کافی کمی ہوئی ۔ قائد اعظم کی حالت اب ہمارے نزدیک تشویشناک ہو گئی تھی ۔ چناںچہ ہماری رائے ہوئی کہ بعض دوسرے (خصوصاً غیر ممالک کے ) ڈاکٹروں سے مشورہ کیا جائے ۔ محترمہ فاطمہ جناح نے ہم سے اتفاق کیا ۔ مگر میں نے مشورے کی غرض سے لندن کے دو مشہور ڈاکٹروں کا نام تجویز کیا تو انہیں خیال آیا کہ شاید قائد اعظم انہیں بلانا پسند نہ کریں ۔ کیونکہ انہیں لندن کے ڈاکٹروں کا سنہ ۱۹۳۴ء میں تلخ تجربہ ہو چکا تھا ۔ ان سے بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہوسکی تھی اور قائد اعظم کو جرمنی جا کر دوسرے ڈاکٹر سے مشورہ کرنا پڑا ، تب کہیں جا کر صحیح تشخیص ہوئی ۔ لہذا محترمہ فاطمہ جناح نے تجویز کیا کہ کسی امریکی یا جرمن ڈاکٹر کو بلایا جائے ۔ چونکہ میں لندن کے ڈاکٹروں ھی سے واقف تھا ، میں نے ان کے حق میں رائے دی ۔ ڈاکٹر شاہ نے ایک امریکی ڈاکٹر کا نام تجویز کیا جسے وہ اچھی طرح جانتے تھے اور محترمہ فاطمہ جناح نے اسے بھیجنے کے لئے مسٹر اصفہانی کو تار دلوا دیا ۔ تار میں لکھا گیا تھا کہ قائد اعظم کی حالت نازک ھے اور دو ڈاکٹر جن میں سے ایک کا نام لکھا جارھا ھے ایک خاص ہوائی جہاز سے

فوراً روانہ کردئیے جائیں - ہمارا خیال تھا کہ مسٹر اصفہانی کو یہ تار سات تاریخ کی شام کو مل جائیگا اور اگر وہ ڈاکٹروں سے فوراً بات کرسکے تو وہ چوبیس گھنٹے کے اندر اندر امریکہ سے روانہ ہو سکیں گے اور غالبا ۴۸ گھنٹے میں کوئی ۱۰ ستمبر تک کوئٹہ پہنچ جائیں گے - قائد اعظم کو اس کارروائی کی اطلاع نہیں دی گئی تھی کیوں کہ ہمیں ڈر تھا کہ وہ اسے پسند نہ فرمائیں گے - شام کے وقت قائد اعظم کا بخار اور بڑھ گیا - گردوں کی سوجن کے لئے ایک نئی دوا کے ٹیکے شروع کردئیے گئے -

۸ ستمبر کو میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو کہا کہ امریکی ماہرین کے پہنچنے میں ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے ، اس لئے میں ایک اور ڈاکٹر کو مشورے میں شریک کرنا چاہتا ہوں - چناں‌چہ کچھ دیر بحث کے بعد ہم نے کراچی سے ڈاکٹر - ایم - اے - مستری کو بلوانے کا فیصلہ کیا - ہمیں یقین نہ تھا کہ قائد اعظم ایک نئے معالج پر رضامند ہوں گے لیکن پھر بھی ہمت کرکے ان کی اجازت کے بغیر ڈاکٹر مستری کو بلا ہی لیا - اس دن ٹمپریچر اور بڑھ گیا - محترمہ فاطمہ جناح نے مجھے رات کے کھانے پر رکنے کو کہا لیکن میں ان سے اجازت لیکر گھر چلا گیا - میں ضرورت کے وقت موجود رہنے کے خیال سے کھانا کھاتے ہی فوراً ریذیڈنسی لوٹ آیا اور ساڑھے گیارہ بجے تک محترمہ فاطمہ جناح سے باتیں کرتا رہا - اس کے بعد وہ اٹھ کر چلی گئیں اور میں نچلی منزل میں ڈرائنگ روم میں آگیا - میرا سونے کا کمرہ اوپر کی منزل میں تھا لیکن اس خیال سے کہ نرس کو اچانک میری ضرورت نہ پڑے ، میں جاگتا رہا ،

اور کچھ رسالے نکال کر پڑھنے لگا - آدھی رات کے قریب مجھے قدموں کی چاپ سنائی دی ، جیسے کوئی بڑی تیزی سے نیچے اتر رہا ہو - یہ سمجھ کر نرس نے رات کے ملازم کو مجھے بلانے کے لئے بھیجا ہے ، میں تیزی سے کمرے سے باہر نکل آیا لیکن خدا کا شکر ہے کہ ملازم میری طرف نہیں آیا - اس کے بعد میں رسالے میں محو ہو گیا اور کہیں دو بجے جا کر اپنی خواب گاہ میں گیا لیکن سونے سے پہلے ایک بار قائد اعظم کی حالت دیکھنے کے لئے گیا - نرس سے معلوم ہوا کہ وہ بےچین ہیں اور محترمہ فاطمہ جناح بیچینی بڑھنے پر اپنے ہاتھوں سے ان کو آکسیجن پہنچاتی ہیں - آکسیجن لینے کے بعد انہیں ایک آدھ گھنٹہ کے لئے غنودگی آجاتی تھی - ڈاکٹر غلام محمد جن کو میں نے ریذیڈنسی میں ٹھہرا لیا تھا تاکہ ضرورت کے وقت میری مدد کر سکیں میرے ساتھ والے کمرے میں سو رہے تھے - تین بجے تک مجھے نیند نہیں آئی - دوسرے دن صبح سویرے ہی اٹھ بیٹھا اور قائد اعظم کی صحت کے لئے دعا کی - اس کے بعد تیز چائے کی پیالی پی ، جس سے طبیعت کچھ بحال ہوئی - اس ملازم کے ہاتھ جو میرے لئے چائے اور محترمہ فاطمہ جناح کی طرف سے ناشتہ کرنے کا پیغام لیکر آیا تھا ، میں نے باورچی سے فرنچ آملیٹ بنانے کی فرمائش کی اور بتادیا کہ اس میں ایک صحت مند بھوکے آدمی کی رعایت رکھی جائے -

ناشتہ میرے کمرے میں ہی چنا گیا - ناشتہ کے بعد میں نے جا کر قائد اعظم کی حالت معلوم کی - ٹمپریچر نارمل تھا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں آیا تھا - صرف کمزوری تھی جو بخار اور کم خوراک کی وجہ سے پیدا ہو گئی

تھی - پیشاب کی تکلیف کم تھی لیکن اس کی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تھا - نرس سے معلوم ہوا کہ محترمہ فاطمہ جناح تقریباً ساری رات جاگتی رہیں اور اپنے بھائی کے کمرے میں بار بار جھانکتی رہیں اور جب دیکھتی تھیں کہ بے چینی بڑھ گئی ہے تو خود آکر آکسیجن پہنچاتی تھیں - ان کے اس محبت اور خلوص کے پاکیزہ جذبے سے میں بے حد متاثر ہوا - یہ بڑی حیرت کی بات تھی کہ دبلا پتلا ہونے کے باوجود کس طرح وہ مسلسل دن رات تیمارداری کے سخت فرائض انجام دے رہی تھیں -

ڈاکٹر مستری ۹ ستمبر کی صبح کو یہاں پہنچے - سنہ ۱۹۳۱ ء کے بعد یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی - اس سال گائیز ، ہسپتال لندن سے ہم دونوں نے ایک ساتھ ایم - ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی - وہ جے - جے ہسپتال ، بمبئی میں فزیشن تھے اور کچھ دن سے ڈو میڈیکل کالج کراچی میں اعزازی پروفیسر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے - میں نے انہیں بیماری کا مکمل حال سنایا اور یہ بھی بتایا کہ ہم اب تک کیا کچھ کرتے رہے ہیں - اس کے بعد انہیں قائد اعظم کی خدمت میں لے گیا - مریض کو دیکھنے کے بعد انہوں نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جو کچھ مناسب اور ممکن تھا وہ ہوتا رہا ہے اور کسی مزید کارروائی کی گنجائش نہیں ہے - ان کے نزدیک امریکی ڈاکٹر بھی اس کے علاوہ کچھ اور نہ کر سکیں گے - ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنی متفقہ رائے بتادی - شام کے وقت قائد اعظم کا ٹمپریچر نارمل سے ذرا زیادہ رہا لیکن عام حالت میں کوئی نمایاں فرق نہیں پڑا - تاہم قائد اعظم نے ریڈیو پر خبریں سننے کی خواہش ظاہر کی -

دو چار دن سے قائد اعظم کشمیر کے خیال میں غلطاں و پیچاں تھے - ایک بار تیز حرارت اور بے چینی کے عالم میں مس جناح نے آپ کو اس مسئلے کے متعلق کچھ بڑبڑاتے سنا - ایک اور موقع پر ایسی ھی حالت میں وہ یہ کہتے سنے گئے کہ کشمیر کمیشن کو آج مجھ سے ملنا تھا، وہ اب تک کیوں نہیں آئے ؟ کہاں چلے گئے ؟ ان کے ھذیان سے ہم فکرمند ہوئے لیکن ساتھ ھی کشمیر سے ان کی قلبی وابستگی نے ہمیں بے حد متاثر کیا - آخری دم تک کشمیر کی گتھی بدستور ان کے افکار اور احساسات پر حاوی رھی اور وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتے -

ایک دن مسٹر اسین نے آکر ایک بہت اہم شخص کے قائد اعظم سے ملنے کی اجازت مانگی جو اسی وقت خاص ہوائی جہاز سے پہنچے تھے - میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک قائد اعظم کی جان سے زیادہ کوئی بات اہم نہیں اور میں کسی کو ان سے ملاقات کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا - مسٹر اسین ایک بار پھر یہی درخواست لیکر آئے اور کہنے لگے کہ اس ملاقاتی کو ایک بہت بڑے معاملے میں قائد اعظم سے گفتگو کرنی ھے - میں نے نام پوچھا تو اسین صاحب نے کہا کہ یہ راز کی بات ھے اور میں اسے افشا نہیں کر سکتا - میں نے اس دفعہ بھی انکار کردیا - قائد اعظم کی وفات کے بعد جب مجھے ان صاحب کا نام معلوم ہوا تو میں نے بڑا شکر کیا کہ ملاقات نہ ہونے دی ورنہ اس گفتگو سے قائد اعظم کی صحت پر بہت برا اثر پڑتا اور وہ شاید اس کے صدمے سے جانبر نہ ہوتے - یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس ملاقات سے سیاسی حالات کی رفتار پر کیا

اثر پڑتا کیوں کہ کسی کو علم نہیں کہ قائد اعظم اس ملاقاتی کو کیا مشورہ دیتے ۔ میرا تو اس واقعے سے صرف ڈاکٹر کی حیثیت سے سروکار تھا اور میں نے وهی کیا جو اپنے مریض کے حق میں مناسب سمجھا ۔

اس رات کو دو بجے تک میں پھر ریذیڈنسی میں رہا ۔ صبح کے وقت قائد اعظم کا معائنہ کرنے سے معلوم ہوا کہ اگرچہ ان کا ٹمپریچر پہلی دفعہ نارمل سے نیچے تھا ، پھر بھی ان کے خون کا دباؤ کبھی اتنا کم نہ ہوا تھا اور وہ بہت نحیف نظر آتے تھے ۔ ٹمپریچر نارمل ہونے کے بعد بھی کمزوری کا برقرار رهنا موجب تشویش تھا ۔ معائنہ کے بعد هم محترمہ فاطمہ جناح سے ملے اور انہیں بتایا کہ بجز اس کے کہ کوئی معجزہ رونما ہو قائداعظم کے چند دن سے زیادہ زندہ رهنے کا کوئی امکان نہیں ھے ۔ یہ سن کر وہ هماری مایوسی سے چنداں متاثر نہ ہوئیں ، کیوں کہ قائد اعظم جب زیارت میں تھے تو ان کی حالت اسی طرح بگڑنے کے بعد بحال ہوگئی تھی اور بعید نہ تھا کہ پھر ٹھیک ہو جائے ۔ میں نے عرض کیا کہ میری خود دل و جان سے یہی آرزو ھے لیکن ان کی آنکھوں کی کیفیت نے دھڑکا پیدا کر دیا ھے ۔ یہ تشویشناک علامت زیارت میں نہ تھی ۔

چائے کے وقت میں اپنے گھر پہنچا اور نماز ادا کر کے خداوند تعالے سے قائد اعظم کی صحت یابی کی دعا مانگ کر جلد هی سو گیا کیوں کہ میں سارا دن کام کرتا رہا تھا اور تھک کر چور تھا ۔ کوئی گھنٹہ بھر آرام کرنے کے بعد میں ریذیڈنسی پہنچا اور نرس سے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی کہ قائد اعظم کی صحت اب قدرے بہتر ھے ۔ یہ پہلا دن تھا کہ

شام کے وقت ان کا ٹمپریچر نارمل رہا اور نبض بھی ٹھیک چل رہی تھی - میری امید کچھ بڑھ گئی اور میں نے اس اصلاح کو اپنی دعاؤں پر محمول کیا -

اس سے پہلے بھی جب ہمیں قائد اعظم کے بچنے کی بالکل امید نہیں رہی تھی ہم نے ان قباحتوں کا خیال کر کے جو ان کے کوئٹہ میں وفات پاجانے سے رونما ہوتیں فیصلہ کر لیا تھا کہ انہیں کراچی پہنچا دیا جائے لیکن ان کی حالت کو سنبھلتا دیکھ کر یہ ارادہ ترک کر دیا - ایک طرف تو اس میں شک نہیں کہ سرد مقام کی اونچائی ان کی صحت پر اثر انداز ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان کا اس نازک حالت میں ہوائی سفر کرنا خطرے سے خالی نہ تھا - میں نے صورت حال کے سب پہلوؤں پر غور کر کے طے کیا کہ ان کو فوراً کراچی لے جانے کی بہ نسبت چند دن اور کوئٹہ رکھنے میں کم خطرہ ہے - چناں‌چہ اپنے ساتھیوں سے تبادلۂ خیال کے بعد ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنے ارادہ سے مطلع کیا اور وہ اس بات پر رضامند ہو گئیں - ہم قائد اعظم کی تندرستی کے دل سے خواہاں تھے - پھر ان کی نازک حالت کا خیال کرکے ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو مشورہ دیا کہ انہیں کراچی لے جانے کے لئے گورنر جنرل کا خاص ہوائی جہاز کوئٹہ میں تیار رہنا چاہیے - چناں‌چہ یہ حکم کراچی پہنچا دیا گیا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ اُس کے علاوہ دو اور ہوائی جہاز سامان اور سٹاف کو لے جانے کے لئے پہنچ رہے ہیں -

ہمارے خاص تار پر جو خطرہ دیکھ کر بھیجا گیا تھا ڈاکٹر عالم اپنا ایکس رے کا سامان لیکر پہنچ گئے لیکن

قائد اعظم کی نازک حالت نے ایکس رے تصویر لئے جانے کی اجازت نہ دی ۔ تمام انتظامات کرنے کے بعد سات بجے تک ہم ریذیڈنسی میں رہے ، تا کہ اگلے دن کراچی روانہ ہونے کی صورت میں سب انتظامات مکمل ہوں ۔ قائد اعظم کی حالت کچھ بہتر ہونے سے ہمارا حوصلہ بڑھ گیا تھا اور میرا جی چاہا کہ اس کی خوشی منائی جائے ۔ چناں چہ ہم گورنر جنرل کی کار میں بیٹھ کر سٹاف کالج اور کوئٹہ کے گرد و نواح کی سیر کے لئے نکلے ۔ اپنے چار ہفتے کے قیام میں ہمیں شہر کوئٹہ دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا ۔ راستے میں ہم نے کچھ چیزیں بھی خریدیں ۔

رات کا کھانا کھا کر میں رات وہیں گذارنے کی نیت سے ریذیڈنسی پہنچا ، کیوں کہ پریشانی کم تھی اس لئے میں جلد ہی سو گیا ۔ قائد اعظم نے بھی رات آرام سے گذاری ۔ صبح کے وقت ان کی نبض ٹھیک چل رہی تھی ، اگرچہ پیشاب کی حالت ابھی ٹھیک نہیں ہوئی تھی ۔ انہیں معائنے کی زحمت دینا ضروری نہ سمجھا ۔ اے ۔ ڈی ۔ سی کیپٹن حسین مجھے برآمدے میں ملے اور کہنے لگے کہ قائد اعظم کا خاص ہوائی جہاز ابھی پہنچنے والا ہے اور میں اسے دیکھنے کے لئے جا رہا ہوں ۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا تا کہ جہاز کا معائنہ کر سکوں ۔ ہم اسٹریچر لیکر جہاز کے اترتے ہی ہوائی اڈے پر پہنچ گئے ۔ ہوا باز سے میرا تعارف کرایا گیا اور وہ مجھے جہاز کے اندر لے گیا ۔ جہاز بڑا خوب صورت اور انواع و اقسام کے ساز و سامان سے مرصع تھا ۔ انجن کے ساتھ والے کمرے میں چار سیٹیں تھیں جن میں سے دو کھل کر بستر کا کام دے سکتی تھیں ۔ قائد اعظم کو اسی بستر پر لیٹنا تھا ۔ کیبن

میں اگرچہ آکسیجن دینے کا سامان لگا ہوا تھا لیکن آکسیجن بہت تھوڑی مقدار میں تھی اور بمشکل آدھ گھنٹہ کام دے سکتی تھی - چناں چہ میں نے ارادہ کیا کہ احتیاطاً ایک آکسیجن سے بھرا ہوا سلنڈر ملٹری ہسپتال سے سنگوا لیا جائے - اسٹریچر جہاز کے دروازے سے ذرا بڑا تھا ، اس لئے ہم نے رسیوں سے کھینچ کر اسے چھوٹا کیا - پھر میں نے ہوا باز سے پوچھا کہ جھٹکوں سے بچنے کے لئے جہاز کتنی اونچائی تک اڑے گا - اس نے ہمیں بتایا کہ کوئی آدھ گھنٹہ تک جہاز کو سات ہزار فٹ کی بلندی تک اڑانا پڑیگا اور پہاڑی راستہ طے کرنے کے بعد اگر موسم صاف رہا تو ہم کافی نیچے جہاز کو اڑا سکیں گے - یہ بھی پتہ چلا کہ ایک دو بجے تک روانہ ہوگئے تو کم ہچکولے لگیں گے اور چلنے سے دو گھنٹے پہلے ہوا باز کو بتانا پڑیگا -

آخر تمام انتظامات مکمل کر چکنے کے بعد ہم ریذیڈنسی واپس لوٹے - گیارہ بجے کے قریب میں ڈاکٹر مستری سے ملا اور انہوں نے مجھے بتایا کہ قائد اعظم کی حالت پھر بگڑ گئی ہے اور انہوں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا - مجھے یہ سن کر بڑا صدمہ ہوا کیوں کہ جو تھوڑی بہت امید قائم تھی وہ ان کی خوراک سے ہی وابستہ تھی اور اب اس امید نے بھی جواب دیدیا - میں سمجھ گیا کہ بازی ہاتھ سے جاتی رہی اور اب زیادہ دیر مریض کو کوئٹہ میں رکھنا بالکل بے سود ہے - رات کی طرح افاقہ رہتا تو ہم دو ایک دن اور ٹھہر جاتے مگر چوں کہ اب ان کی حالت اور نازک ہوتی جا رہی تھی اس لئے میں نے ارادہ کیا کہ اب انہیں کراچی لے جانے میں دیر نہیں کرنی چاہیے - میرے ساتھیوں نے بھی اس سے

اتفاق کیا اور میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو اپنے فیصلہ سے آگاہ کر دیا ۔ انہوں نے مسٹر اسین کو ضروری ھدایات دیں اور کہا کہ جہاز ایک بجے روانہ ھونے کے لئے تیار رہے ۔

اگرچہ اس تنگ وقت میں تیاری مشکل نظر آتی تھی لیکن ھمیں امید تھی کہ ایک بجے تک ھم روانہ ھو سکیں گے ۔ یہ طے ھوا تھا کہ قائد اعظم کو بھی روانہ ھونے سے پہلے مطلع نہ کیا جائے ۔ یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ میں اور ڈاکٹر مستری قائد اعظم کے ھمراہ سفر کریں اور ڈاکٹر شاہ اور ان کے بیوی بچے دوسرے جہاز میں اسٹاف کے ساتھ روانہ ھوں ۔ ھم نے تمام ضروری سامان کی فہرست تیار کی جو جہاز میں اپنے ساتھ رکھنا تھا اور وہ نرس کو دے دی کہ وہ ان چیزوں کو جمع کرلے ۔ پھلوں کا رس ، شوربہ ، کافی ، چائے اور دوسری مقوی دوائیں تیار کرکے بوتلوں میں بھرلی گئیں ۔ ٹیکہ لگانے کی پچکاریوں کو گرم پانی میں ابالا گیا تاکہ ضرورت کے وقت تیار ملیں ۔ اس کے بعد میں نے محترمہ فاطمہ جناح سے پوچھا کہ کیا رات کی نرس کو ساتھ لے چلیں گی ، لیکن انہوں نے کہا کہ ھمیں کراچی میں نرس مل جائیگی اور اس کا انتظام کر لیا گیا ھے کہ ایک ایمبولینس اور نرس ماری پور کے ھوائی اڈے پر موجود ھو ۔ اس کے بعد میں نے گھر جاکر اپنی بیوی کو مطلع کیا ۔ جلدی جلدی سامان باندھا اور فوراً ریذیڈنسی واپس پہنچا ۔ ساڑھے بارہ بج چکے تھے مگر ابھی تک ایک بجے روانہ ھونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی کیوں کہ بہت سا سامان ابھی بندھنا باقی تھا ۔ ایک بجکر بیس منٹ پر اس کام سے

فراغت ہوئی ۔ اس کے بعد میں قائد اعظم کی خدمت میں اطلاع دینے کے لئے چلا ، کیوں کہ محترمہ فاطمہ جناح نے یہ نازک کام میرے سپرد کیا تھا ۔ جیسے ہی میں کمرے میں داخل ہوا اور انہیں سلام کیا انہوں نے میری طرف دیکھا اور خفیف سا تبسم ان کے چہرے پر ظاہر ہوا ۔ وہ بہت ہی نحیف و نزار نظر آرہے تھے اور ان کی آنکھوں کی چمک ماند پڑگئی تھی ۔ مجھے کھڑا دیکھ کر انہوں نے ایک کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔ ان سے میری یہ باتیں ہوئیں :

" کیا آپ کراچی تشریف لے جانا چاہتے ہیں " ؟

" ہاں " ۔

" کیا آپ آج ہی روانہ ہونا پسند فرمائیں گے " ؟

" مجھے کوئی اعتراض نہیں " ۔

" جہاز تیار کھڑا ہے ۔ اجازت ہو تو ابھی روانہ ہوجائیں "؟

قائد اعظم نے نحیف آواز میں جواب دیا ، "بہت اچھا " ۔

ان کی رضامندی سے مجھے بڑا اطمینان ہوا لیکن ساتھ ہی حیرت بھی ہوئی کہ اتنی آسانی سے کیسے کراچی جانے پر آمادہ ہوگئے ۔ ہم نے انہیں نہیں بتایا تھا کہ ان کی حالت کتنی نازک ہے ۔ مگر معلوم ہوتا تھا کہ انہیں خود اپنے بچنے کی امید نہیں رہی اور اسی لئے آخری وقت اپنی جائے پیدائش کا رخ کر رہے ہیں ۔ میں نے محترمہ فاطمہ جناح کو بتایا کہ قائد اعظم فوراً روانہ ہونے کے لئے تیار ہیں ۔ چند منٹ کے اندر ہم نے انہیں اسٹریچر پر لٹا کر کار میں پہنچا دیا ۔ محترمہ

فاطمہ جناح اور نرس مقابل کی سیٹ پر اور میں اور لیفٹننٹ مظہر ڈرائیور کے پاس اگلی سیٹ پر بیٹھے ۔

ایمبولینس کے چلتے ہی مجھے اندازہ ہوا کہ ہم نے کتنا نازک فیصلہ کیا ہے ۔ دل میں جو برے برے خیالات آرہے تھے انہیں دور کرنے کو میں دعا مانگتا رہا کہ خداوند تعالی قائد اعظم کو صحیح سلامت پہنچا دے ۔ دعا سے مجھے تقویت اور تسکین ہوئی اور پھر میں سفر کے دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہوا ۔ دور سے گورنر جنرل کا جہاز دھوپ میں جگ مگ جگ مگ کرتا نظر آرہا تھا ۔

ہم ہوائی اڈے پر دو بجے پہنچ گئے ۔ جب قائد اعظم کو اسٹریچر پر لٹا کر ہوائی جہاز کی طرف لے جارہے تھے تو جہاز کے ہوا بازوں نے انہیں سلامی دی ۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑا تعجب ہوا کہ انہوں نے اس کا بڑی چستی سے جواب دیا ۔ کمزوری کے مارے ان کی یہ کیفیت تھی کہ بستر پر کروٹ لینے میں دقت محسوس ہوتی تھی اور بڑی کوشش کے بغیر کھانس بھی نہیں سکتے تھے ۔ ہمیں حیرت تھی کہ اس ناتوانی میں سلامی کا اس سرگرمی سے جواب دینے کی طاقت ان میں کہاں سے آئی ۔ ان کے ہاتھ کی اس قابل یادگار جنبش سے صاف ٹپکتا تھا کہ بستر مرگ پر بھی وہ نظم و ضبط کے تقاضے سے غافل نہ تھے ۔

ہوائی جہاز کے اندر کافی گرمی تھی ۔ مس جناح ، ڈاکٹر مستری اور نرس سامنے کے کیبن میں تھے ۔ میں ، مسٹر امین ، اور لیفٹننٹ مظہر کے ساتھ دوسرے کیبن میں تھا ۔ جہاز ابھی اڑا ہی تھا کہ ڈاکٹر مستری کیبن سے باہر نکلے ۔

میرا دل ڈوبنے لگا - انہوں نے آکر بتایا کہ مس جناح نے مجھے ادھر بھیج دیا ہے اور ضرورت پڑنے پر مجھے بلا لیں گی - میری جان میں جان آئی - وہ میرے سامنے والی سیٹ پر بیٹھ گئے اور جلد ہی اونگھنے لگے - کچھ ہی دیر بعد ہمارا جہاز سات ہزار فٹ کی بلندی پر اڑ رہا تھا - میں کھڑکی میں سے کوئٹہ کی چٹیل پہاڑیوں کا منظر دیکھ رہا تھا کہ دروازہ کھلا اور مس جناح برآمد ہوئیں - انہوں نے فرمایا کہ نرس کو چکر آرہے ہیں اور وہ بھائی کو آکسیجن پہنچانے سے معذور ہے - میں اندر گیا ، قائد اعظم کی نبض دیکھی - وہ مسلسل تھی اور مناسب رفتار سے چل رہی تھی - پھر میں نے ان کے ناخن دیکھے کہ آکسیجن کی کمی کے باعث نیلے تو نہیں پڑ گئے - اچھی طرح دیکھ بھال کے بعد میں نے آکسیجن دینی شروع کردی - جب میں ماسک ان کے منہ کے قریب لایا تو انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ لیا - لیکن جب میں نے نرمی سے سمجھایا کہ آپ کے نظام جسمانی کے تحفظ کے لئے آکسیجن کی نہایت ضرورت ہے تو انہوں نے مجھے دیکھا ، مسکرائے اور اجازت دیدی -

کیبن میں میرے بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ تھی لیکن میں جوں توں سیڑھیوں پر دروازے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھ گیا - یہ سیڑھیاں دونوں کیبنوں کو آپس میں ملانے کے لئے لگائی گئی تھیں - قائد اعظم کوئی پانچ منٹ آکسیجن لیتے اور پھر ماسک ہٹا دیتے تھے - لیکن جب میں انہیں کہتا ، وہ مسکراتے اور پھر سے ماسک لگانے کی اجازت دے دیتے - چند منٹوں کے وقفے سے میں ان کی نبض دیکھتا اور ناخنوں کے رنگ کا اپنے ناخنوں کے رنگ سے مقابلہ کرتا - وہ گھبراہٹ

کے مارے اپنا کمبل پرے پھینک دیتے تو مس جناح جلدی سے اسے پھر اوڑھا دیتیں - بیس منٹ تک سیڑھیوں پر سکڑ کر بیٹھنے سے مجھے ستانے کی ضرورت محسوس ہوئی - مس جناح نے میری بے آرامی کو دیکھ لیا اور کہا کہ آپ کچھ دیر آرام کیجئے ، اس وقت تک میں خود ہی آکسیجن دیتی رہوں گی - کوئٹہ میں وہ یہ کام بڑی خوبی سے کرتی رہی تھیں - اس لئے میں بلا تامل اپنے کیبن میں واپس چلا آیا - سب لوگ گہری نیند میں خراٹے بھر رہے تھے - صرف لیفٹننٹ مظہر جاگ رہے تھے - ان کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کا سر چکرا رہا ہے -

میں دو چار منٹ ہی بیٹھا ہوں گا کہ مس جناح پھر آگئیں اور کہنے لگیں آپ خود ہی آکسیجن پہنچائیں کیوں کہ بھائی مجھ سے آکسیجن نہیں لیتے - میں دوبارہ جا کر بیس منٹ اور آکسیجن پہنچاتا رہا - اس دوران میں ہم پہاڑوں سے گذر آئے تھے اور اب چار پانچ ہزار فٹ کی بلندی پر اڑ رہے تھے اس لئے میں نے اور زیادہ آکسیجن دینے کی ضرورت نہ سمجھی - سفر کا زیادہ مخدوش حصہ طے ہو چکا تھا - میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور باقی کے سفر میں کرسی پر دراز ہو کر آرام کرتا رہا - قائد اعظم اس کٹھن سفر کو جس طرح برداشت کر رہے تھے اسے دیکھ کر مجھے امید کی ہلکی سی کرن نظر آنے لگی - میں نے اخبار پڑھنے کی کوشش کی لیکن توجہ کو برقرار نہ رکھ سکا - آنکھیں بند کرلیں لیکن سو نہ سکا - کھڑکی سے نیچے سندھ کے سیلاب زدہ علاقوں کو دیکھا اور اپنی نئی مملکت پر قدرت کی بے داد کے متعلق سوچتا رہا -

# ۳

## کراچی

چار بج کر پندرہ منٹ پر ہم ماری پور کے ہوائی اڈے پر پہنچے اور ایک بڑا مشکل بار سر سے اترا ۔ جہاز سے نکلا تو گورنر جنرل کے ملٹری سکریٹری کرنل نولز نظر آئے ۔ وہ ایمبولینس کے قریب کھڑے تھے لیکن کوئی نرس موجود نہ تھی ۔ کراچی میں کسی قدر گرمی تھی لیکن کچھ ایسی ناقابل برداشت بھی نہ تھی کیوں کہ ہوا خوب چل رہی تھی ۔ مگر جہاز کے اندر کافی حبس تھا ، اس لئے ہم قائد اعظم کو جلدی سے ایمبولینس میں لے آئے ۔ مس جناح اور کوئٹہ والی نرس ایمبولینس میں بیٹھ گئیں ۔ ملٹری سکریٹری ، ڈاکٹر مستری اور میں گورنر جنرل کی کار میں سوار ہوئے ۔ ملازم سامان کے ساتھ پیچھے ایک ٹرک میں بیٹھ گئے ۔ ہوائی اڈے سے گورنر جنرل کی قیام گاہ نو دس میل ہو گی ۔ ہم اس طرف بہت کم رفتار سے روانہ ہوئے ۔

بمشکل چار میل گئے ہوں گے کہ ایمبولینس یکایک رک گئی ۔ ہم حیران تھے کہ آخر یہ کیا ہوا ۔ میں نے باہر نکل کر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ گاڑی کا انجن خراب ہو گیا ہے ۔ ڈرائیور نے کہا کہ ابھی ٹھیک کئے دیتا ہوں ۔ وہ کوئی بیس منٹ تک مصروف رہا لیکن گاڑی پھر بھی نہ

چلی - مس فاطمہ جناح نے ملٹری سکریٹری کو ایک اور ایمبولینس لانے کے لئے بھیجا - ڈاکٹر مستری بھی اس کے ساتھ ہو لئے - ایمبولینس میں ہوا بالکل بند تھی - نرس اور نوکر انہیں پنکھا جھل رہے تھے - پھر بھی قائد اعظم کو پسینہ پر پسینہ آرہا تھا - ہمیں خیال آیا کہ انہیں بڑی کار میں منتقل کردیں لیکن اسٹریچر اس کے دروازے سے بڑا تھا - وہ خود بھی اتنے کمزور تھے کہ پچھلی سیٹ پر نہیں لیٹ سکتے تھے - اس کے علاوہ ان کے کپڑے پسینہ سے شرابور تھے اور باہر انہیں ہوا لگ جانے کا خطرہ تھا - میں ان کی نبض دیکھ کر کچھ سہم سا گیا کیوں کہ وہ بڑی کمزور معلوم ہو رہی تھی - میں گھبرایا ہوا ٹرک سے فلاسک نکال کر لایا جس میں گرم چائے تیار تھی - مس فاطمہ جناح نے انہیں چائے دیتے وقت بتایا کہ قائد اعظم نے صبح سے سوائے پھلوں کے رس کے اور کسی چیز کو ہاتھ نہیں لگایا - انہیں چائے رغبت سے پیتا دیکھ کر ہمیں کچھ ڈھارس ہوئی - ایمبولینس کے بے وقت خراب ہوجانے کے علاوہ ہر چیز مریض کے حق میں دکھائی دیتی تھی - مجھے خیال آیا کہ اگر خدا نخواستہ قائداعظم نے ہوائی سفر بخیر و خوبی طے کرنے کے بعد سڑک کے کنارے جان دے دی تو یہ کتنا زبردست سانحہ ہوگا - بڑے تردد اور تشویش کے عالم میں میں نے ان کی نبض پھر دیکھی اور خدا کا شکر کیا کہ وہ با قاعدہ مضبوطی سے چل رہی تھی - چائے کی پیالی سے ان کی طبیعت کچھ بحال ہو گئی تھی - میں گھڑی گھڑی شہر کی طرف نظریں دوڑاتا تھا لیکن ایمبولینس کے کوئی آثار نہ تھے - ٹرک اور بسیں ادھر ادھر سے گذر رہی تھیں لیکن کوئی بھی اس قابل نہ تھی کہ وہ استعمال میں لائی جاسکے - میں بہت ہراساں

و پریشان بیٹھا تھا۔ بڑے صبر آزما انتظار کے بعد خدا خدا کر کے ایمبولینس نمودار ہوئی۔ ہم نے فوراً قائد اعظم کو اس میں منتقل کیا اور پھر روانہ ہوئے۔ ایمبولینس پر گورنر جنرل کا نشان نہ تھا، اس لئے کسی کو بھی پتہ نہ چلا کہ قائد اعظم اس نازک حالت میں کراچی کے بازاروں سے گذر رہے ہیں۔

چھ بج کر دس منٹ پر ماری پور کے ہوائی اڈے پر اترنے کے دو گھنٹے بعد کہیں جا کر ہمارا سفر ختم ہوا۔ بیان نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مہم سر کر کے ہمیں کتنا اطمینان ہوا۔ اسی سفر سے ہم پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ سکتا تھا۔ میں نے سب کچھ خداوند تعالیٰ پر چھوڑ دیا تھا اور اس نے اپنے فضل و کرم سے محروم نہ رکھا۔ ایمبولینس قائد اعظم کے کمرے کے سامنے ٹھہرائی گئی۔ وہ اسٹریچر پر اندر لائے گئے۔ میں ان کے ہمراہ تھا نرس نے دیکھا تو ان کا ٹمپریچر نارمل اور نبض اعتدال پر تھی۔ میں ان کی حالت سے مطمئن ہو کر ملٹری سکریٹری کے کمرے میں گیا اور چائے کی پیالی مانگی۔ میں نے ناشتہ کے بعد کچھ نہیں کھایا تھا اور بڑا پیاسا اور تھکا ہوا تھا۔ میں نے ہاتھ منہ دھویا اور پے در پے چار پیالے تیز چائے کے پئے۔ چند منٹ کے بعد میں ڈاکٹر مستری کے ساتھ قائد اعظم کے کمرے میں گیا تو وہ سو رہے تھے۔ ڈاکٹر مستری اجازت لیکر گھنٹہ بھر کے لئے اپنے گھر چلے گئے۔ میں نے کرنل نولز سے کہا کہ کرنل ایم۔ ایچ شاہ کی معرفت رات کی نرس کا انتظام کرائیں اور اینما دینے کا سامان بھی منگا لیں۔ لیکن کرنل شاہ کہیں نہ مل سکے کیوں کہ ان کو قائد اعظم کے کراچی پہنچنے کی کوئی اطلاع نہ تھی۔ پھر ہم نے جناح سنٹرل ہسپتال کے سرجن

کرنل سعید احمد کو ٹیلیفون کیا لیکن وہ آپریشن میں مصروف تھے اس لئے ان تک رسائی نہ ہو سکی - پھر میں خود کرنل شاہ سے ملنے اور نرس ڈھونڈنے نکلا - لیکن وہ نہ گھر پر تھے اور نہ ہسپتال میں - میں نے یہ نہ چاہا کہ آپریشن میں مخل ہو کر کرنل سعید احمد سے ملوں، بلکہ خود ہی نرسز ہوم گیا لیکن وہاں نہ میٹرن تھی نہ کوئی تجربہ کار نرس - میں حیران تھا کہ اب کیا کروں - ہوائی اڈے سے لیکر اب تک ہر بات مخالف ہو رہی تھی - کاش میں مس جناح سے یہ اصرار کرتا کہ کوئٹہ ہی سے ایک اور نرس ساتھ لے چلیں لیکن اس کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ کراچی میں نرس کا ملنا اس قدر دشوار ہوگا - میں پھر کرنل شاہ کی تلاش میں نکلا - آٹھ بج چکے تھے لیکن وہ ابھی تک گھر نہیں لوٹے تھے - ان کے ہاں ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے ملاقات ہوئی جو اپنے بال بچوں سمیت ٹھہرے ہوئے تھے - میں نے کراچی کو کوس کر اپنا جی ہلکا کیا - کرنل شاہ کے انتظار میں آٹھ بجکر بیس منٹ ہو گئے تو میں نے ڈاکٹر شاہ سے کہا کہ اب میں چلتا ہوں، کھانا کھانے کیلئے ہوٹل جانے سے پہلے قائد اعظم کو دیکھوں گا - انہوں نے کہا کہ ہم دونوں کو سوا نو بجے ٹیکہ لگانے جانا ہی ہے - میں سیدھا ہوٹل جا کے کھانا کھاؤں اور پھر دونوں ساتھ چلیں - لیکن میں فکرمند تھا اور پہلے قائد اعظم کی طرف سے اطمینان کرنا چاہتا تھا - خاص تشویش کی وجہ تو نہ تھی کیوں کہ ان کی دیکھ بھال کے لئے ڈاکٹر مستری کو ٹھیک سات بجے وہاں پہنچنا تھا - لیکن پھر بھی میں انہیں دیکھ کر اطمینان کرلینا چاہتا تھا تا کہ یکسوئی سے کھانا کھا سکوں - چناں چہ میں سیدھا گورنر جنرل کے دولت کدہ پر پہنچا اور یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا کہ

ملٹری سکریٹری کو ایک نرس دستیاب ہوگئی - ساڑھے آٹھ بجے میں نے لیفٹیننٹ مظہر سے کہا کہ وہ محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت میں اطلاع کریں کہ میں ان سے مل کر قائد اعظم کی حالت کے متعلق دریافت کرنا چاھتا ہوں - مجھے بتایا گیا کہ قائد اعظم دو گھنٹے سے آرام فرما رہے ہیں - پندرہ منٹ کے بعد میں نے ملٹری سکریٹری سے پوچھا کہ محترمہ فاطمہ جناح کی خدمت میں اطلاع کی گئی ہے یا نہیں - ان کا خیال تھا کہ اطلاع ہوچکی ہوگی لیکن معلوم نہیں جواب کیوں نہیں ملا - پونے نو بجے یہ دیکھ کر کہ ہر چیز ٹھیک ٹھاک معلوم ہوتی ہے اور ہمیں تھوڑی دیر میں پھر آنا ہے میں کھانا کھانے کی غرض سے ہوٹل روانہ ہوا - جلدی جلدی کھانا کھا کر ٹیلیفون کرنے کے لئے باھر آیا کہ مجھے لانے کے لئے یہاں کار بھیج دی جائے - استقبالیہ کلرک نے عین اس وقت پیغام دیا کہ فوراً اے - ڈی - سی کو ٹیلیفون کرنے کے لئے کہا گیا ہے - ٹیلیفون پر معلوم ہوا کہ قائد اعظم کی نبض بگڑ گئی ہے - میں نے فوراً کار منگوائی اور سوا نو بجے قائد اعظم کی خدمت میں پہنچ گیا - ان کی نبض کمزور تھی اور بے قاعدہ چل رہی تھی اور ٹھنڈے پسینے آرہے تھے - پیشتر اس کے کہ اس کی وجہ دریافت کروں میں نے انہیں تیزی سے دل کی ایک دوا کا ٹیکہ لگایا اور خون کے دوران کو طاقت دینے والی ایک دوائی پلائی لیکن یہ دوائی ان کے حلق سے نیچے نہ اترسکی اور ان کے منہ سے باھر نکل آئی - میں نے چند اینٹیں یا لکڑی کے ٹکڑے منگوانے کے لئے کہا تاکہ ان کے پاؤں کی طرف چارپائی کچھ اونچی کی جا سکے اور ان کی ٹانگوں پر لپیٹنے کے لئے پٹیاں بھی منگوائیں تاکہ خون دل و دماغ کی طرف دورہ کرے - وھاں چوں کہ ان چیزوں کا ملنا

مشکل تھا اس لئے میں نے خود ھی ان کا پلنگ پائنتی کی طرف سے اوپر اٹھایا پلنگ بہت بھاری تھا ۔ میں نے اسے کوئی چھ انچ اٹھا تو لیا لیکن ٹھہرا نہ سکا ۔ مس جناح نے میرا ھاتھ بٹانا چاھا لیکن میں نے انہیں تکلیف کرنے سے روک دیا اور انہیں کچھ کتابیں لانے کے لئے کہا تاکہ اینٹوں کے بجائے استعمال کی جائیں ۔ لیکن ساری کوششوں کے باوجود نبض کی حالت درست نہ ھوسکی ۔ میں اسی جد و جہد میں تھا کہ ڈاکٹر مستری اور ڈاکٹر ریاض علی شاہ پہنچ گئے ۔ میں نے ڈاکٹر ریاض علی شاہ سے کہا کہ وہ رگ میں ایک ٹیکہ لگائیں ۔ ڈاکٹر ریاض علی شاہ کو اگرچہ ٹیکہ لگانے میں بہت مہارت تھی لیکن اس وقت چوں کہ قائد اعظم کی رگیں کام کرنے سے جواب دے چکی تھیں اس لئے وہ ٹیکہ نہ لگا سکے ۔ میرے آنے سے پہلے نرس انہیں آکسیجن دے رھی تھی ، اسے جاری رکھا گیا ۔ دل کو تقویت پہنچانے کی دوا منہ کے راستے دینے کی ایک اور کوشش کی گئی لیکن وہ بھی حلق سے نیچے نہ اترسکی ۔ ھم بالکل بے بس ھو چکے تھے ۔

ایک اور ٹیکہ لگانے کے بعد میں نے اطمینان دلانے کے خیال سے قائد اعظم کی خدمت میں عرض کیا ، ”جناب ، ھم نے آپ کو تقویت پہنچانے کے لئے ٹیکہ لگایا ھے اور جلد ھی اس کا اثر ظاھر ھوگا ۔ خدا کو منظور ھوا تو آپ زندہ اور سلامت رھیں گے “ ۔ قائد اعظم نے سر ھلاتے ھوئے بڑی نحیف آواز میں کہا ، ” نہیں میں نہیں بچوں گا “ ۔ اور یہی وہ آخری الفاظ تھے جو انہوں نے مجھ سے اپنی وفات سے آدھ گھنٹہ پہلے کہے ۔ محترمہ فاطمہ جناح کو پریشانی کے مارے ان سے بات کرنے کا ھوش نہ تھا ۔ اس وقت صرف تین

ڈاکٹر ، محترمہ فاطمہ جناح اور ایک نرس کمرے میں موجود تھے - دس بجے نبض کی حالت کچھ بہتر ہوئی اور ہمیں موہوم سی امید ہوئی لیکن دس ہی منٹ بعد نبض پھر کمزور ہوتے ہوتے غائب ہوگئی - دس بجکر بیس منٹ پر جب میں نے نبض پر ہاتھ رکھا تو نہ ملی - دل پر اسٹیتھسکوپ رکھ کر دیکھا تو دل کی بھی حرکت سنائی نہ دی - قائد اعظم کی روح پرواز کرچکی تھی - میں نے اشارے سے محترمہ فاطمہ جناح کو اس کی اطلاع دی - غم و اندوہ سے ان کی حالت بہت غیر تھی - ہم نے انہیں تھام کر دوسرے کمرے میں کرسی پر بٹھایا اور انہیں دل کو طاقت دینے والی دوائی پلائی - ان کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی - ہم ان کے جانکاہ صدمے میں دل سے شریک تھے لیکن تسکین دیتے تو کیسے دیتے -

اگرچہ چھتیس گھنٹہ پہلے ہم نے محترمہ فاطمہ جناح کو بتا دیا تھا کہ قائد اعظم کے ایک دو روز سے زیادہ زندہ رہنے کے آثار نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود ان کی موت نے ہمارا دل توڑ دیا - تمام وقت میں یہ دعا کرتا رہا تھا کہ خدا کسی معجزے سے انہیں تندرست کردے اور آخر دم تک خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوا لیکن معجزہ رونما نہ ہوا - اکیس جولائی سے جب کہ مسٹر محمد علی نے مجھے ٹیلیفون کیا تھا میں قائد اعظم کی صحت کے لئے دست بدعا تھا اور آخری دو ہفتے تو ایسے اضطراب میں گذرے کہ صمیم قلب سے دن میں کئی بار دعائیں مانگتا تھا - ان دنوں مجھے صرف ایک ہی بات کی دھن تھی - اور وہ تھی قائد اعظم کی بیماری اور اس کا موثر علاج - صبح اٹھتا تو میرے دماغ میں یہی

خیال ہوتا ، رات کو لیٹتا تو یہی فکر دامن گیر رہتی - اب جبکہ قائد اعظم اس دنیا سے سدھار چکے تھے اور میری تمام دعائیں اور کوششیں بارآور نہ ہو سکی تھیں تسلیم و رضا کے سوا کوئی چارہ نہ تھا - ایک چیز کا مجھے رہ رہ کر افسوس ہوتا تھا کہ مجھے ایک سال یا چند ماہ پیشتر ھی کیوں نہ بلا لیا گیا ، جب قائد اعظم کی صحت یابی کی بہت کچھ امید ہو سکتی تھی - جس شخص سے بھی میں ملتا وہ مجھ سے قائد اعظم کی بیماری کی تفصیل دریافت کرتا - مجھ سے یہ بھی پوچھا جاتا کہ اس بیماری کو پوشیدہ کیوں رکھا گیا - میں صرف یہی کہہ سکتا تھا کہ قائد اعظم کی مرضی یہی تھی - ڈاکٹر کا اولین فرض یہ ھے کہ وہ مریض کی بیماری اور اس کے علاج کی کیفیت کسی قریبی رشتہ دار کو بتائے اور اگر وہ رشتہ دار چاھے اور ڈاکٹر مناسب سمجھے تو مریض کو بھی بتا دے - میں محترمہ فاطمہ جناح کو برابر سب کچھ بتاتا رہا تھا اور انہیں کے اصرار پر قائد اعظم کو آگاہ کیا تھا - ساتھ ھی یہ بھی خیال تھا کہ اس کے بغیر علاج خاطر خواہ نہ ہو سکے گا - اگر میں ان کی بیماری کی نوعیت اور اھمیت کسی اور کو بتا دیتا تو یہ یقیناً مریض اور اپنے پیشے سے بد عہدی ہوتی - میرا یہ منصب نہ تھا کہ بیماری کو خفیہ رکھنے کی مصلحت دریافت کروں - ایک ڈاکٹر اور ایک تربیت یافتہ سپاھی کی حیثیت سے میرا کام حکم ماننا تھا ، خواہ یہ حکم بجا ہو یا غلط - یہ میرا کام نہ تھا کہ اس کا اندازہ لگاؤں کہ اخفائے راز کے اثرات قائد اعظم کی وفات کے بعد کیا ہوں گے - یہ خود قائد اعظم کا کام تھا اور وھی اسے بہتر سمجھتے تھے - بعض دوستوں کو مجھ سے اس بارے میں اختلاف تھا لیکن میں اب تک اپنے اس خیال پر قائم ہوں کہ انسانیت اور اپنے

پیشے کے آداب کی رو سے وہی راستہ ٹھیک تھا جو میں نے اختیار کیا -

جنازہ میں شریک ہونے کی مجھ میں ہمت نہ تھی لیکن تجہیز و تکفین کی روداد ریڈیو پر ضبط سے کام لیکر سنتا رہا - جب ریڈیو کے ناشر نے یہ بتایا کہ اب لاش قبر میں اتاری جارہی ہے تو بےاختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے - اب تک میں نے اپنے احساسات کو قابو میں رکھا تھا - کئی موقعے ایسے آئے کہ آنسو نکلتے نکلتے رہ گئے ، خصوصاً جب قائداعظم نے آخری ہچکی لی ، لیکن میں نے اپنے آپ کو روکے رکھا - اب جب کہ قائداعظم کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا مجھ سے نہ رہا گیا اور اپنے بھائی اور بھاوج کے سامنے بچوں کی طرح پھوٹ کر رونے لگا -

قائد اعظم سے مجھے باپ کی طرح محبت تھی - اور میں یہ جانتا تھا کہ وہ بھی مجھے عزیز سمجھتے تھے - جب میں ان کے معائنے کے لئے جاتا تو ہمیشہ مسکرا کر خیر مقدم کرتے- علاج کے بارے میں جو کچھ ان سے کہتا وہ برابر میرے مشورے کی قدر کرتے ، اگرچہ اکثر اپنے اطمینان کے لئے جرح کرتے تھے - میرے اصرار پر انہوں نے بڑے تکلیف دہ ٹیکے بھی لگوائے جن سے انہیں نفرت تھی - گولیاں کھانے سے وہ پہلو تہی کرتے تھے لیکن میری خاطر انہوں نے یہ بھی کھائیں - نرس کی نگہداشت سے انہیں کوفت ہوتی تھی لیکن جب میں نے اس کی ضرورت کا احساس دلایا تو انہوں نے یہ بھی گوارا کیا - ہوائی سفر میں انہوں نے اپنی ہمشیرہ کے ہاتھوں آکسیجن نہیں لی لیکن جب میں نے استدعا کی تو

مسکرا کر لے لی - ان سب باتوں کا نقش میرے دل پر تازہ تھا - ان کی خندہ پیشانی آنکھوں کے سامنے پھرتی تھی لیکن افسوس کہ یہ محبوب انسان ہمیشہ کے لئے سپرد خاک کیا جارہا تھا - مسلمانوں کا ایک بڑا سردار تہ خاک دبایا جارہا تھا جسے بہت جلد مٹی سے مل کر مٹی ہو جانا تھا - اللہ تعالی نے اسے اس نیم براعظم کے مسلمانوں کی خیر و برکت کے لئے پیدا کیا تھا اور اب اسی پروردگار عالم نے اپنی مصلحت سے اسے اٹھا لیا تھا - اس بزرگ ہستی کی مثال پھر دیکھنے میں نہ آئے گی -

۱۳ ستمبر پیر کے دن میں محترمہ فاطمہ جناح سے ملنے کے لئے گیا - انہوں نے پوچھا کہ مرحوم نے آخری مرتبہ مجھ سے کیا کہا تھا - آنسو ان کی آنکھوں سے لگاتار بہ رہے تھے - میں بھی بہت متاثر تھا لیکن مجھے الفاظ نہیں ملتے تھے کہ میں ان کے غم و اندوہ کو ہلکا کرسکوں - میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ اپنی صحت کا خیال رکھیں تاکہ ہماری نوزائیدہ مملکت کو استوار و مستحکم کرنے کا ولولہ ہم میں پیدا کر سکیں - یہ سن کر ان کا دل بھر آیا اور کہنے لگیں ، ’’ اب میرے زندہ رہنے سے کیا حاصل ہے ،، ؟ میں انہیں کیسے تسکین دلاتا ؟ میری زبان سے صرف یہی نکلا کہ آپ کے بھائی کی جری اور شجیع روح ہمیشہ ہمارا ساتھ دے گی اور خراج عقیدت پیش کرنے کی سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ ہم اپنے آپ کو ان کی تخلیق کی ہوئی اسلامی مملکت اور ان کے تصور کی اعلیٰ تر حکومت کا اہل ثابت کریں -

جہاں تک میرا تعلق ہے میں خداوند تعالیٰ کا شکر گذار ہوں کہ اس نے مجھے بابائے ملت کے آخری دنوں میں خدمت گذاری کے لئے منتخب کیا ۔ اس فریضے کی فخر و اندوہ سے ملی جلی یاد میرے دل سے کبھی محو نہ ہو گی ۔

# اشاریہ

